تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار　　لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

نِدائے خلافت

لاہور

مدیر: حافظ عاکف سعید

۲ تا ۸ جولائی ۱۹۹۸ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم

تشویش کی بات!

انسان کے لئے بیماری کوئی غیر فطری چیز نہیں ہے، صحت کا اِعتدال سے ہٹ جانا اور بیماری کا شکار ہو جانا انسانی فطرت کے خلاف نہیں ہے، بلکہ یہ ایک طرح سے زندگی کی علامت ہے۔ پتھر غلطی نہیں کر سکتا، درخت غلطی نہیں کر سکتا، انسان ہی غلطی کرتا ہے، اِس لئے غلطی زیادہ پریشانی کی بات نہیں، اور اِس پر مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ انسانوں کی ایک بڑی جماعت کا کسی غلط راستہ پر پڑ جانا، اپنی سفلی خواہشات اور پست درجہ کے مقاصد کی تکمیل کے پیچھے دیوانہ ہو جانا، تاریخ انسانی کے لئے بھی اور تقدیرِ انسانی کے لئے بھی شدید تشویش کی بات نہیں۔ تشویش کی بات یہ ہے کہ بگڑے ہوئے حالات سے پنجہ آزمائی کرنے والے، فساد و انتشار پیدا کرنے والی طاقتوں سے آنکھیں ملانے والے اور اپنے کو خطرہ میں ڈال کر میدان میں اُترنے والے نایاب ہو جائیں۔ اصل تشویش کی بات یہ ہے۔ انسان بارہا فساد انگیز اور انتشار پسند طاقتوں یا سازشوں کے شکار ہو گئے ہیں، اور ایسا نظر آنے لگا ہے کہ انسانیت سکرات کے عالم میں ہے، وہ جلد دم توڑ دے گی۔ لیکن تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ایسے ہر موقعہ پر کچھ ایسے افراد میدان میں آ گئے، جنہوں نے زمانہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر حالات کا مقابلہ کیا اور اُنھوں نے جان کی بازی لگا دی۔ انسانی تہذیب اور انسانی خصوصیات، اعلیٰ مقاصد اور اخلاقی تعلیمات کا تسلسل جو ہر دور میں رہا ہے اور اس وقت تک چلا آ رہا ہے، درحقیقت اِنہیں لوگوں کا رہین منت ہے، جنھوں نے بگڑے ہوئے حالات سے پنجہ آزمائی کی اور زمانے کی کلائی موڑ دی۔ کسی سماج کے لئے سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ ظلم کو ناپسند کرنے والے اور اس کو روکنے کے لئے میدان میں اُتر آنے والے انگلیوں پر گنے نہ جا سکتے ہوں۔

(''کاروان زندگی'' سے ایک اقتباس، تالیف، سید ابوالحسن علی ندوی)

قیمت: 3 روپے

شمارہ: 25

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عاکف سعید

حُبِ رسولؐ کے تقاضے

ماہ ربیع الاول آنحضرت ﷺ سے محبت و عقیدت کے اظہار کا مہینہ ہے۔ اس ماہ کے ابتدائی ایام میں روئے ارضی کے قریباً ہر اس خطے میں جہاں کہیں بھی آپؐ کے نام لیوا بستے ہیں' سیرت کے جلسوں اور نعت یا میلاد کی محفلوں کے انعقاد کے ذریعے آپؐ کے ساتھ جذباتی و قلبی وابستگی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے جس کا نقطہ عروج ۱۲ / ربیع الاول کا دن ہے جو آپؐ کی ذات گرامی سے والہانہ اظہار عقیدت کے لئے مخصوص ہے۔ آنحضور ﷺ سے گہری محبت و عقیدت اور آپؐ کا ادب و احترام بلاشبہ ہمارے ایمان کا لازمی حصہ ہے۔ آپؐ کی جناب میں معمولی سی گستاخی و بے ادبی رب کائنات کی نگاہ میں اتنا سنگین جرم ہے کہ اس پر عمر بھر کے اعمال اکارت جانے کی وعید سورۃ الحجرات میں سنائی گئی ہے۔ یہی نہیں محبوبیت خداوندی کا مقام حاصل کرنے کے لئے قرآن حکیم نے جو راستہ تجویز کیا ہے وہ اتباع رسولؐ کی گھاٹی سے ہو کر گزرتا ہے۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر سورۃ النساء میں اللہ کی قسم کھا کر ہر اس شخص کے ایمان کی صریحاً نفی کی گئی ہے جو کسی مقدمے میں کئے گئے کسی ایسے فیصلہ پر اپنے دل میں تنگی محسوس کرتا ہے جو آپؐ کی عدالت سے صادر ہوا ہو —— اور خود آنحضورؐ نے صاف طور پر یہ فرما کر کہ "تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین' اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب تر نہ ہو جاؤں" اس معاملے میں کسی بھی ابہام کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند فرما دیا۔

لیکن غور طلب بات یہ ہے کہ موجودہ دور میں جبکہ اللہ کا دین مغلوب ہے' محمد مصطفیٰ ﷺ کا لایا ہوا نظام اپنی حقیقی صورت میں زمین کے کسی ایک انچ پر بھی نافذ و قائم نہیں ہے اور نبی آخر الزمانؐ کا وہ مشن جس کا ذکر قرآن حکیم میں تین مقامات پر نہایت اہتمام سے کیا گیا' ہنوز شرمندۂ تکمیل ہے' آیا مذکورہ بالا طریقوں سے حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اظہارِ محبت کے ذریعے "حب رسولؐ" کے تقاضے پورے ہو جاتے ہیں —— اس سوال کے جواب کے لئے ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرزِ عمل سے رہنمائی حاصل کرنی ہو گی کہ جن کی آنحضورؐ کے ساتھ وفاداری اور جانثاری کی قرآن مجید نے گواہی دی ہے' اور قرآن حکیم کی جانب بھی رجوع کرنا ہو گا کہ وہ ہمیں اس بارے میں کیا رہنمائی دیتا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طرزِ عمل پر جب اس اعتبار سے ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو وہاں جو نقشہ نظر آتا ہے وہ اس سے بہت مختلف ہے جو آج ہم اپنے طرزِ عمل سے پیش کر رہے ہیں۔ ہمارا سارا زور زبانی کلامی دعویٰ محبت پر ہے جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے عمل سے محبت و عقیدت رسولؐ کا ثبوت فراہم کرتے تھے' بلکہ یہ تو مدینہ میں موجودہ منافقین کا طریقہ تھا کہ وہ بار بار آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اور قسمیں کھا کھا کر اپنے ایمان بالرسول کی یقین دہانی کرانے کی کوشش کرتے تھے۔ ہم آنحضور ﷺ کی شان میں قصیدے لکھ کر یا نعت کی محافل میں شریک ہو کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے حب رسولؐ کا تقاضا پورا کر دیا خواہ اپنے عمل میں ہم اطاعت رسولؐ سے کوسوں دُور ہوں اور وہؓ آنحضور ﷺ کے چشم و ابرو کے اشارے پر گردن کٹانے کو باعث سعادت سمجھتے تھے —— ہمارا حال یہ ہے کہ محمد مصطفیٰ کے لائے ہوئے دین کو مغلوب و پامال دیکھ کر ہمارے ماتھوں پر شکن تک نہیں پڑتی اور جو لوگ اس دین کے غلبہ و اقامت کیلئے سرگرم عمل ہوں ان کو بھی روکنے کیلئے ہم اپنی عقل و منطق کی تمام تر صلاحیتیں صرف کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں اور انؓ کا حال یہ تھا کہ نبوی مشن کی تکمیل میں آپؐ کا دست و بازو بننا اور اس جدوجہد میں ہدیہ جان پیش کر کے سرخرو ہونا ان کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو تھی۔

بدقسمتی سے ہمارے علماء کرام اور مذہبی طبقہ' جن پر اس حوالے سے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے' کی عظیم اکثریت خود بھی دنیا پرستی میں ملوث ہے اور "مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے" کے مصداق عوام الناس کو نعت و میلاد کی محفلوں اور عید میلاد النبی کے جلسے جلوسوں میں الجھا کر انہیں ان کی بنیادی دینی ذمہ داریوں اور حب رسولؐ کے اصل تقاضوں سے غافل رکھنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ کیا ہم اپنے طرزِ عمل سے اسی طرح اللہ کو دھوکہ دینے کی کوشش نہیں کر رہے جیسا کہ یہود اور منافقین مدینہ کی کوشش تھی۔ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۹ میں جہاں ان کی اصلیت کا پردہ چاک کیا گیا' قرآن نے اِن کے اس طرز عمل پر بایں الفاظ نہایت بلیغ تبصرہ کیا ہے ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ﴾ کہ یہ لوگ اللہ کو اور سچے اہل ایمان کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں' حالانکہ فی الاصل یہ لوگ کسی اور کو نہیں خود اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں —— ہمارے مذہبی طبقات نے اپنے دنیاوی مفادات کی خاطر دین کو بازیچۂ اطفال بنا رکھا ہے' دین جو فی الحقیقت ایک وحدت ہے اور جو عقائد و عبادات سے لے کر نظام معیشت و سیاست تک ہر گوشہ زندگی کا احاطہ کرتا ہے' آج "چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری" کی مانند اس کے حصے بخرے کئے جا چکے ہیں اور ہر مذہبی گروہ ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ﴾ کے مصداق اپنے اپنے حصے کو لے کر اسی کو کل دین سمجھے ہوئے ہے —— ہم جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے لائے ہوئے دین کے امین اور بقیہ دنیا تک اس نور ہدایت کو عام کرنے اور اس کے غلبہ و اقامت کے مکلف تھے آج خود اس راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں —— آج آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر اللہ کی نگاہ میں ہم سے بڑا مجرم کوئی نہ ہو گا کہ جو اللہ اور اس کے رسولؐ اور ان کے عطا کردہ دین کے سب سے بڑے غدار ہیں۔ دنیا کے نقشے پر موجود ۵۵ اسلامی ممالک میں کوئی ایک ملک بھی ایسا نہیں جہاں حقیقی اسلامی نظام قائم و غالب ہو۔ گویا ہم خود اپنے عمل سے پکار پکار کر اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ محمد مصطفیٰ کا لایا ہوا دین' معاذ اللہ' ناقص و نامکمل تھا' وہ آج سے ۱۴۰۰ سال پہلے قابل عمل تھا' آج کے دور کے تقاضوں کو وہ پورا نہیں کرتا!!! —— لیکن اس کے باوجود کون ہے جو ہمارے دعویٰ عشق محمدیؐ کو چیلنج کر سکے! —— رسولؐ سے عشق و محبت اور وفاداری کا دم بھرنے میں ہم کسی سے پیچھے کیونکر ہو سکتے ہیں!!

معزز قارئین! حب رسولؐ کے تقاضوں کی ادائیگی کے لئے ہمیں اپنے موجودہ طرزِ عمل پر نظر ثانی کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نقش قدم کی پیروی کرنا ہو گی کہ جو رسولؐ کے سچے چاہنے والے اور سچے امتی تھے۔ ان کی زندگی اسوۂ رسول کی پیروی اور اتباع رسول سے عبارت تھی اور جو رسولؐ کے مشن کی تکمیل میں تن من دھن نچھاور کرنے کو باعث سعادت سمجھتے ہیں' اس لئے کہ قرآن حکیم نے سچے اُمتی کے یہی اوصاف سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۵۷ میں بیان فرماتے ہیں کہ "جو لوگ اس نبی آخر الزمان پر ایمان لائیں اور ان کی تعظیم و توقیر کریں اور اُن کے (مشن کی تکمیل میں) اُن کی مدد کریں اور اس نور (یعنی قرآن) کی پیروی کریں جو آپؐ کے ساتھ نازل ہوا' وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں"۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے لوگوں میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

سندھ میں گورنر راج نافذ کرنے سے عارضی طور پر امن بحال ہو جائے گا لیکن!

سندھو دیش کے حامی کالا باغ ڈیم کی مخالفت اس لئے کرتے ہیں کہ دریائے سندھ پر پنجاب کو کنٹرول حاصل ہو جائے گا

فارن کرنسی اکاؤنٹ منجمد کرنے اور روپیہ کی قیمت کم کرنے سے حکومت پر سرمایہ کاروں اور عوام کا اعتماد بری طرح مجروح ہوا ہے

مرزا ایوب بیگ' لاہور

گزشتہ ہفتے جو موضوعات زیر بحث آئے تھے ان میں سے اہم ترین موضوع کالا باغ ڈیم کی تعمیر تھا اور میں نے کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے حق میں دلائل دینے کی کوشش کی تھی۔ بعض ماہرین کی یہ رائے بھی تحریر کر دی تھی کہ اگر کالا باغ ڈیم نہ بنا تو پاکستان کا حشر ایتھوپیا اور صومالیہ جیسا ہو سکتا ہے۔ لیکن کالا باغ ڈیم کے مخالفین کا نکتہ نظر اس تجزیہ میں بالکل جگہ نہ پا سکا۔ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کی سب سے زیادہ مخالفت سرحد میں اے این پی کر رہی ہے جبکہ اندرون سندھ سے پاکستان پیپلز پارٹی' پاکستان مسلم لیگ اور سندھی قوم پرست لیڈر شدت سے اس کی مخالفت کر رہے ہیں۔ اے این پی کا خدشہ یہ ہے کہ کالا باغ ڈیم سے کسی بھی وقت نوشہرہ شہر ڈوب سکتا ہے۔ علاوہ ازیں متاثرین کالا باغ ڈیم کو تو متبادل جگہ دی جا سکتی ہے' خوشحال خان خٹک کے مزار کا کیا بنے گا۔

سندھی بھائیوں کے اعتراضات زیادہ بھی ہیں اور سنگین بھی۔ وہ کہتے ہیں کہ کچے کا علاقہ جو ۲۶ لاکھ ایکڑ زمین پر محیط ہے وہ بنجر ہو جائے گا۔ سندھیوں کا یہ کہنا ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ دریائے سندھ کا پانی سمندر میں گر کر ضائع ہو رہا ہے یہ محض پروپیگنڈا ہے۔ درحقیقت یہ قدرت کا نظام ہے کہ دریا کا پانی سمندر میں گرتا ہے اور اس سے سمندری پانی کے مضر اثرات خشکی تک نہیں پہنچ پاتے اور دریا مسلسل انہیں واپس سمندر میں دھکیلتا رہتا ہے۔ یہ قدرت نے زمینوں کے لئے ایک دفاعی نظام قائم کیا ہوا ہے ورنہ سمندر ایک بہت وسیع رقبے کو ناکارہ کر دے اور وہ زراعت کے قابل نہ رہے۔ کالا باغ ڈیم کے خلاف یہ مضبوط ترین دلیل ہے جو دی جا رہی ہے اور واقعتاً اس دلیل میں وزن ہے۔ لیکن اس دلیل کا جواب ایک مثال کے ذریعے آسانی سے دیا جا سکتا ہے۔ ایک مریض کو تشویشناک حالت میں ہسپتال میں لایا جاتا ہے۔ ڈاکٹر کا اصل اور فوری ہدف یہ ہو گا کہ مریض کی جان بچائی جائے وہ اس کے لئے دوا تجویز کرے گا۔ ڈاکٹر جب دوا تجویز کر رہا ہوتا ہے تو اس کے علم میں ہوتا ہے کہ اس دوا کے بعض مضر اثرات ہیں جو بعد ازاں ظاہر ہوں گے لیکن اس کے باوجود مریض کو وہ دوا تجویز کی جاتی ہے تاکہ اس کی جان کو لاحق فوری خطرے کو دور کیا جا سکے۔ بعد میں مرتب ہونے والے مضر اثرات سے مختلف وٹامنز کھلا کر کسی حد تک نمٹا جا سکتا ہے۔ ہمیں پچانوے فیصد فوائد حاصل کرنے کے لئے پانچ فیصد نقصانات کو نظر انداز کرنا ہو گا۔

کالا باغ ڈیم کی تعمیر کے اعلان کے بعد دیکھنے میں یہ آیا

تجزیہ

ہے کہ اس کی شدید ترین مخالفت سندھی قوم پرست لیڈروں اور سندھو دیش کا نعرہ لگانے والے علیحدگی پسندوں کی طرف سے ہوئی ہے۔ قارئین ندائے خلافت نوٹ کریں کہ اس کی اصل وجہ کیا ہے؟ سندھ کے علیحدگی پسند عناصر اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ اگر کالا باغ ڈیم تعمیر ہو گیا تو سندھ کے پانی کا کنٹرول پنجاب اور سرحد کو حاصل ہو جائے گا' جس سے آزاد سندھو دیش پنجاب کا محتاج ہو جائے گا اور سندھ کی آزادی بے معنی ہو کر رہ جائے گی۔ صوبائی قوم پرست لیڈروں اور علیحدگی پسندوں کا ذکر آیا ہے تو گزشتہ نصف صدی میں قومی سطح پر ابھرنے والے دونوں مقبول عوامی لیڈروں یعنی ذوالفقار علی بھٹو اور میاں محمد نواز شریف کا ان کے بارے انتہاپسندانہ رویہ دلچسپی سے خالی نہیں ہو گا۔

ذوالفقار علی بھٹو نے ولی خان کو بغاوت کے جرم میں گرفتار کیا۔ حیدر آباد ٹریبونل قائم کیا اور سپریم کورٹ سے نیپ کو خلاف قانون قرار دلوا کر اس پر پابندی لگا دی گئی۔ بلوچستان میں عطاء اللہ مینگل کی حکومت کو معزول کیا اور جب وہاں ردِ عمل میں بغاوت ہوئی تو اسے سختی سے کچل دیا گیا یہاں تک کہ بمباری کرنے سے بھی گریز نہ کیا گیا۔ میاں نواز شریف نے مسلم لیگ کا احیاء کیا' اسے قائداعظم کی مسلم لیگ قرار دیا اور قائداعظم کا جانشین اور پیروکار ہونے کا دعویٰ کیا لیکن محبت کی پینگیں ولی خان سے بڑھائیں جس نے ایک دن کے لئے بھی قائداعظم اور مسلم لیگ کے بارے میں اپنے خیالات اور نظریات سے رجوع نہیں کیا۔ انہوں نے مسلم لیگ اور اے این پی کے اتحاد کے بارے میں واضح طور پر کہہ دیا اور ان کا یہ بیان ریکارڈ پر موجود ہے کہ مسلم لیگ نے اپنے موقف میں لچک پیدا کی ہے اور اپنے خیالات و نظریات سے رجوع کیا ہے ہم نے نہیں کیا۔ اور جب بھی موقعہ ملا انہوں نے ۱۹۴۷ء سے قبل باچا خان کے موقف کی تائید کی۔ اس سب کچھ کے باوجود پختونخوا کے مسئلہ پر اتحاد ولی خان اینڈ کمپنی کی طرف سے توڑا گیا' نواز شریف کی طرف سے نہیں' وہ تو آخر وقت تک اعظم ہوتی کا استعفیٰ منظور کرنے سے انکار کرتے رہے۔

بلوچستان میں عطاء اللہ مینگل کے بیٹے اختر مینگل کو حکومت قائم کرنے میں مدد دی اور حال ہی میں جب صوبائی مسلم لیگ نے وزیر اعلیٰ کے خلاف عدم اعتماد کی قرارداد پیش کی تو اپنی پارٹی کے ممبروں کے خلاف اتنا سخت ایکشن لیا کہ صوبہ میں مسلم لیگ کی جڑیں ہلا دی گئیں حالانکہ صوبائی مسلم لیگ کے وزیر اعلیٰ پر جو فرد جرم عائد کی تھی اور اس کے لئے جو دلائل دیئے گئے وہ بڑا وزن رکھتے تھے۔ مسلم لیگ نے الزام لگایا تھا کہ وزیر اعلیٰ کی جماعت بی این پی کی ذیلی شاخ نے بلوچستان میں مختلف مقامات پر پاکستان کے خلاف نعرے درج کئے ہیں اور ایک جلسے میں وزیر اعلیٰ کی موجودگی میں پاکستان کے خلاف زہر اگلا گیا اور نعرے لگائے گئے۔ لیکن وزیر اعلیٰ نے کسی قسم کا نوٹس

نہیں لیا اور پاکستان کی خالق مسلم لیگ یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتی۔ لیکن مرکزی قیادت نے اپنے پانچ ممبروں کی رکنیت معطل کر دی اور بالآخر ان کی ناک رگڑا کر عدم اعتماد کی تحریک واپس لینے پر مجبور کیا' تب کہیں ان کی رکنیت بحال ہوئی۔

ہماری رائے میں ہمارے دونوں مقبول عوامی لیڈروں نے اس معاملے میں جو انتہاپسندانہ رویہ اختیار کیا یعنی ایک نے تشدد کا اور دوسرے نے ان کے آگے بچھ جانے اور ان سے بلیک میل ہونے کا' اِن دونوں سے ملکی مفادات کو نقصان پہنچا۔ میاں نواز شریف کے حامی دانشور یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ در حقیقت میاں صاحب اس حکمت عملی سے ان علیحدگی پسندوں اور قوم پرستوں کو مرکزی دھارے میں لانا چاہتے ہیں لیکن حالات نے ثابت کیا کہ ان لوگوں نے میاں نواز شریف کو بلیک میل کر کے بے شمار ذاتی مفادات حاصل کئے لیکن ان کا اپنا معاملہ کتے کی دم کی طرح رہا جو مدتوں زمین میں دبے رہنے کے باوجود ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہتی ہے۔ علیحدگی پسندوں نے اس سلوک سے متاثر ہو کر صراط مستقیم اختیار کرنے کی بجائے مزید کج روی کا طرز عمل اختیار کیا۔

کراچی کے حالات' جو جنرل بابر کے صحیح یا غلط آپریشن کی وجہ سے کچھ عرصہ پر سکون رہے' ایک بار پھر خراب ہو چکے ہیں۔ حکومت کی حکمت عملی کچھ یوں محسوس ہوتی ہے کہ ان خراب حالات کو درست کرنے کے لئے سندھ میں گورنر راج نافذ کر دیا جائے۔ ایک تو شاید اس سے کسی قدر اصلاح بھی ہو جائے گی اور دوسرا سندھ اسمبلی جو اس وقت کالا باغ ڈیم کی تعمیر میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اس سے نجات حاصل ہو جائے گی۔ کالا باغ ڈیم کی تعمیر کی زبردست حمایت کے باوجود ہم سندھ میں گورنر راج کی پر زور مخالفت کریں گے۔ ہماری رائے میں کالا باغ ڈیم کی تعمیر ایک وفاقی مسئلہ ہے مرکزی حکومت اہل سندھ کے موقف کو غور اور توجہ سے سنے' اُن کے خدشات کو دور کرنے کی کوشش کرے لیکن اس سب کچھ کے باوجود وہ ملکی مفاد پر نظر رکھتے ہوئے کالا باغ ڈیم کی تعمیر کرے۔ سندھ اسمبلی میں اس بنا پر اگر چہرے کی تبدیلی ہوتی ہے خواہ مرکزی حکومت کا مخالف ہی حکومت بنانے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو حکومت پرواہ نہ کرے اور اسمبلی کو چلنے دے' اس خوف سے اسمبلی نہ توڑے کہ سندھ میں مرکز مخالف حکومت قائم ہو جائے گی۔ ہمارا پچاس سالہ تجربہ ہے کہ اسمبلیاں توڑنے اور گورنر راج قائم کرنے کے بعد بھی کبھی اچھے نتائج نہیں نکلے۔ بلکہ حکومت مخالف لوگ اگر اچھی حکومت قائم نہ کر سکے تو اگلے انتخابات میں مسلم لیگ کو اس کا فائدہ پہنچے گا۔ گورنر راج قائم ہوا تو تمام برائیاں اور خرابیاں مرکزی حکومت کے کھاتے میں پڑیں گی اور اہم ترین بات یہ ہے کہ دیہی سندھ میں پاکستان پیپلز پارٹی مکمل طور پر علاقائی پارٹی اور سندھ کی ہمدرد پارٹی بن کر اُبھرے گی۔ بے نظیر بھٹو آج کل جن مشکلات میں ہیں اور مایوسی جس طرح اُن پر چھائی ہوئی ہے اور پنجاب میں جس بری طرح وہ پسپا ہو رہی ہیں اگر بے نظیر بھٹو نے بھی حالات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے خود کو سندھ تک محدود کرنے کا فیصلہ کیا تو یہ ملکی سلامتی اور یکجہتی کے لئے انتہائی خطرناک ہو گا۔

ہماری رائے میں کسی سیاست دان یا کسی سیاسی جماعت کی منفی سیاست کو ختم کرنے کے لئے تشدد کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے اس کو صرف جائز طریقے سے آئین اور قانون کے دائرے کے اندر کام کرنے کا کھلا موقع دیا جائے تو اس کی مقبولیت کی ہوا جلد نکل جاتی ہے۔

فارن کرنسی اکاؤنٹ کے منجمد کرنے اور روپے کی قیمت مزید ساڑھے چار فیصد کم کرنے سے حکومت کے وعدوں اور یقین دہانیوں پر اعتماد بری طرح مجروح ہوا ہے۔ صرف ایک ہفتہ قبل وزیر خزانہ اور وزیر اعظم نے واضح طور پر یقین دلایا تھا کہ روپے کی قدر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ روپے میں اس کمی سے غیر ملکی قرضوں میں ساڑھے چوبیس بلین ڈالر کا اضافہ ہو گا۔ بجلی' سوئی گیس اور پانی کے بلوں میں ماہ ستمبر کے مہینے سے ۱۵ فیصد کے اضافہ کی خبر آچکی ہے۔ پیٹرول کی قیمتیں بڑھنے کی بھی شنید ہے۔ اس مہنگائی سے ملک کے پچانوے فیصد عوام بری طرح متاثر ہوں گے۔ نادہندگان سے وصولیوں کا جو سلسلہ شروع کیا گیا یہ انتہائی قابل ستائش ہے۔ اس کام کو ایک مہم اور مشن کے انداز میں کیا جائے اور اس مہم کو اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک بارسوخ لٹیروں سے ایک ایک کوڑی وصول نہ کر لی جائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو پسی ہوئی عوام پر مزید بوجھ ڈالنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ البتہ اس معاملہ میں اپنے اور پرائے سے یکساں سلوک روا رکھنا ہو گا۔ عوام پر ابھی تک یہ راز کھل نہیں سکا کہ پنجاب اسمبلی کے سپیکر پرویز الٰہی کی فیکٹری پر جو چھاپہ پڑا تھا اور اُن کے گیس کا نادہندہ ہونے کی جو خبر آئی تھی اس میں انصاف کے تقاضوں کو کس طرح پورا کیا گیا ہے۔ عوام تو اخبارات کے ذریعے صرف یہ جان سکے تھے کہ میاں شریف نے رائے ونڈ میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ شہباز شریف اور سپیکر پرویز الٰہی کے درمیان صلح کرا دی ہے۔ سوال یہ ہے کہ صلح کس بنیاد پر ہوئی ہے؟ سپیکر صاحب کو نادہندہ رہنے کی اجازت دے دی گئی ہے یا شہباز شریف نے ایک اچھے بھلے خاص شہری کو بلا جواز انتقام کا نشانہ بنایا تھا اور وہ نادہندہ نہیں تھے۔

آخر میں دست بستہ گزارش ہے کہ بلاشبہ ایٹمی دھماکے نے ملک میں ۶۵ء کی سی فضا قائم کر دی ہے لیکن یاد رہے کہ ۶۵ء میں جب دشمن ہماری سرحدوں سے ناکام لوٹا تو اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ ہمارے آپس کے اختلافات کو ہوا دی' صوبائی اور لسانی تعصب پھیلایا اور وہ ہمیں آپس میں لڑانے میں کامیاب ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صرف چھ سال بعد ۷۱ء میں اس نے وطن عزیز کو دولخت کر دیا۔ ہمیں تاریخ سے سبق حاصل کرنا ہو گا۔ ہر سطح پر اخوت اور بھائی چارے کی فضا قائم کرنا ہو گی۔ اختلاف رائے رحمت ہے لیکن اگر یہ ذاتی دشمنی اور عناد کی بنیاد بن جائے تو ملک کی جڑیں کھوکھلی ہوں گی اور اس کی سلامتی خطرے میں پڑ جائے گی۔ لیکن سوال یہ ہے اخوت اور بھائی چارے کی فضا کس طرح قائم کی جائے۔ صوبائی' لسانی اور ہر قسم کے تعصبات سے نجات کس طرح حاصل ہو؟ ہماری رائے میں اس کا صرف اور صرف ایک طریقہ ہے کہ جس نظریے کی بنیاد پر ملک حاصل کیا گیا تھا وہ حقیقت کا روپ دھار لے۔ مختلف ثقافت' مختلف زبانیں اور مختلف طرز بود و باش رکھنے والے لوگ لا الٰہ اِلا اللہ محمد رسول اللہ کی بنیاد پر یکجا اور متحد ہو جائیں' اسلام کی عصبیت میں ڈوب کر باقی تمام عصبیتوں کو پس پشت ڈال دیا جائے۔ یہ عمل ان شاء اللہ ہمیں ناقابل تسخیر بنا دے گا اور بیرونی دشمن اگر صف بند مسلمانوں سے ٹکرائے گا تو اپنا ہی سر پھوڑ لے گا۔ اللہ رب العزت ہمیں انفرادی اور اجتماعی سطح پر مسلمان بننے کی توفیق عطا کرے۔ آمین

قارئین توجہ فرمائیں

ہوش ربا گرانی اور روپے کی قدر میں مسلسل کمی کے باعث ہم اس ناگوار فیصلے کے اعلان پر مجبور ہیں کہ موجودہ شمارے سے "ندائے خلافت" کی قیمت -/۳ فی شمارہ ہو گی۔ سالانہ زرِ تعاون آئندہ سے -/۱۷۵ روپے ہو گا۔ اکثر قارئین کے علم میں ہو گا کہ آج سے سوا سال قبل جب اس پرچے کی قیمت کا تعین دو روپے فی شمارہ ہوا تھا' اُس وقت بھی پرچے کی لاگت طے کردہ قیمت سے زیادہ بنتی تھی۔ اور اب صورت یہ ہے کہ تین روپے میں بھی یہ شمارہ فی الحقیقت لاگت سے کم قیمت پر قارئین کو مہیا کیا جا رہا ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ قارئین اس فیصلے کو ایک ناگزیر ضرورت سمجھتے ہوئے حسب سابق اس کے ساتھ تعاون جاری رکھیں گے۔ (ادارہ)

پاکستان میں نفاذِ اسلام کے سوا کوئی راستہ موجود نہیں ہے! ○ مولانا مختار گل

پاکستان کی سرزمین حقیقی اسلامی ریاست کے قیام کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہے ○ ڈاکٹر اسرار احمد

کافرانہ نظام کا خاتمہ غیر اسلامی قوانین کی تنسیخ اور شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہمارا اولین مقصد ہونا چاہئے ○ علامہ سید ساجد علی نقوی

قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینا اور سودی نظام معیشت کا خاتمہ کرنا لازم ہے ○ مولانا معین الدین لکھوی

کسی لفظی بحث میں الجھے بغیر میں قرآن کی بالادستی کے قیام کے مطالبہ کی مکمل تائید کرتا ہوں ○ پروفیسر ساجد میر

ہمارے پاس صرف ایک ہی راستہ ہے کہ ہم قرآن و سنت کو ملک کا واحد آئین قرار دیں ○ مولانا اکرم اعوان

ڈاکٹر اسرار صاحب نے اہل علم کا یہ اجتماع بلا کر اہم قومی و ملی فریضہ سرانجام دیا ہے' ○ مولانا عبدالستار نیازی

حکمرانوں کا رویہ تو معلوم ہے' ہمارا آئندہ لائحہ عمل کیا ہوگا ؟ ○ قاضی حسین احمد

تحریک خلافت پاکستان کے زیر اہتمام "مطالبہ تکمیل دستور خلافت اور تنفیذ قانون شریعت" کے موضوع پر

۲۸ جون ۹۸ء کو قرآن آڈیٹوریم لاہور میں منعقدہ ہونے والی عظیم الشان کانفرنس کا آنکھوں دیکھا حال

مرتب : نعیم اختر عدنان

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا' برعظیم پاک و ہند کے مسلمانوں کو مسلم لیگ کے جھنڈے تلے جمع کرنے والا نعرہ "پاکستان کا مطلب کیا' لا الٰہ الا اللہ" ہی تھا۔ پاکستان کے بانی و موسس' قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے خطابات میں مسلمانوں کی قومیت کی اساس "مذہب" کو' پاکستان کی منزل "اسلام" کو اور پاکستان کا دستور "قرآن" کو قرار دیا تھا۔ بابائے قوم نے قیام پاکستان کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا تھا کہ "ہم پاکستان کے قیام کے ذریعے عہد حاضر میں اسلام کے اصول حریت' مساوات اور اخوت کا عملی نمونہ پیش کرنا چاہتے ہیں"۔ مگر وا حسرتا! کہ یہ حسین خواب شرمندۂ تعبیر ہونے کی بجائے "اَضغَاثُ اَحلَامٍ" بن کر رہ گیا۔ اس خواب کی تاویل کرنے والے تو بہت سے ہو سکتے ہیں مگر اس خواب کی "تعمیل" کرنے والے کسی "مرد میدان" کو ابھی تک آنکھیں ترس رہی ہیں "کَبَرَنِیْ مَوْتُ الْکُبَرَاءِ" کا محاورہ اگرچہ بڑا معنی خیز ہے مگر کچھ "بڑے" ہمارے درمیان ابھی باقی ہیں۔ "سوئے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را" کے مصداق انہی بڑوں کو امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان' ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے ۲۸ جون کو تنفیذ و نفاذ شریعت کے حوالے سے "قرآن آڈیٹوریم" میں منعقد ہونے والے اجلاس عام میں جمع کیا۔ دینی جماعتوں کے اس "اجتماع" کو بھی پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کی "برکت" قرار دیا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ پاکستان نے امریکہ کے دباؤ کو نظرانداز کرتے ہوئے ایٹمی دھماکے کر کے حقیقی معنوں میں سیاسی آزادی کا ثبوت فراہم کر دیا۔ اس شاندار کارنامے پر پاکستان ہی نہیں پورا عالم اسلام خوشی سے جھوم اٹھا۔

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ' جو پاکستان کے قیام کو معجزہ قرار دے کر اسے اسلام کے عالمی غلبے کی الٰہی سکیم کا ایک حصہ سمجھتے ہیں' نے پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو بھی عطیہ خداوندی قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ "ایٹمی دھماکوں کے بعد پاکستان دنیا کی ترقی یافتہ اقوام کی صف میں شامل ہو گیا ہے لہٰذا اب ایٹمی دھماکوں کے بعد نفاذ شریعت کا قدم اٹھا کر "دینی دھماکہ" بھی کر دیا جائے تاکہ ملک و ملت کو مشکل کی اس گھڑی میں اللہ کی تائید و نصرت حاصل ہو سکے"۔ قبل ازیں ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے اپنے ۵ جون ۹۸ء کے خطاب جمعہ میں ملک میں نفاذ شریعت کے مطالبہ کو موثر و موکد بنانے کے لئے دینی جماعتوں کا ایک کنونشن بلائے جانے کی ضرورت پر زور دیا تھا اور تجویز پیش کی تھی کہ مذہبی و دینی جماعتیں سردست حکومت کے سامنے کوئی دوسرا مطالبہ نہ رکھیں بلکہ "یک در گیر و محکم گیر" کے اصول کے مطابق نفاذ شریعت کے مطالبہ پر ہی سارا زور صرف کر دیا جائے۔ انہوں نے امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد کو دعوت دی کہ ان کی جماعت اس کنونشن کی میزبان بنے' مگر قاضی صاحب نے بوجوہ یہ دعوت قبول کرنے سے معذوری کا اظہار فرما کر مشورہ دیا کہ اس کام کا بیڑا محترم ڈاکٹر اسرار احمد ہی اٹھائیں تو ہم مکمل تعاون کریں گے۔ یوں مجوزہ دینی کنونشن کی میزبانی کے لئے داعی تحریک خلافت کو معذوری کے باوجود "متحرک" ہونا پڑا۔ "حرکت میں برکت ہے" کا محاورہ سچ ثابت ہوا اور پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کے ٹھیک ایک ماہ بعد ۲۸ جون کو تحریک خلافت کے زیر اہتمام "مطالبہ تکمیل دستور خلافت اور تنفیذ قانون شریعت" کے موضوع پر کنونشن کا انعقاد عمل میں آیا۔ کنونشن کے آغاز

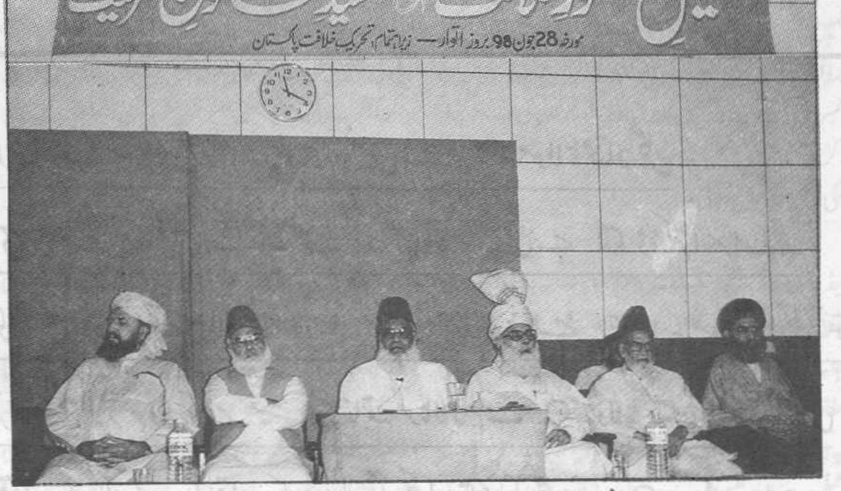

سٹیج کا ایک دل خوش کن منظر : زعمائے ملت رونق افروز ہیں

کے لئے صبح دس بجے کا وقت طے تھا۔ داعی تحریک خلافت وقت مقررہ سے بھی قبل مہمانوں کے استقبال کے لئے چشم براہ تھے۔

قرآن آڈیٹوریم میں مہمان مقررین میں سے سب سے پہلے تنظیم الاخوان کے سربراہ مولانا محمد اکرم اعوان جبکہ سب سے آخر میں جمعیت اہلحدیث کے سربراہ پروفیسر سینٹر ساجد میر تشریف لائے۔ کنونشن کے سٹیج سیکرٹری کے فرائض ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی محترم عبدالرزاق نے ادا کئے۔ اگرچہ دس بجے قرآن آڈیٹوریم کی ۸۰۰ سے زائد نشستیں سامعین سے پُر ہو چکی تھیں لیکن لوگوں کی آمد جوق در جوق جاری تھی۔ مہمان مقررین کے انتظار میں کنونشن کے آغاز کو نصف گھنٹہ مؤخر کیا گیا۔ اس دوران وسیع وعریض آڈیٹوریم کھچا کھچ بھر چکا تھا' نشستوں کے پرہو جانے کے بعد سٹیج کے سامنے نماز کے لئے چھوڑی گئی ہموار سطح پر بچھائی گئی دریوں پر بھی گنجائش سے زیادہ افراد سما چکے تھے جس کے بعد اب نئے آنے والے آڈیٹوریم کی راہداریوں میں اپنے لئے جگہ نکالنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ آڈیٹوریم میں اے سی کی سہولت کے باعث باہر موسم کی شدت اور اندر ہال میں کثرت تعداد کے باوجود اندرونی ماحول میں خوشگوار خنکی غالب تھی۔

کنونشن کا باقاعدہ آغاز ٹھیک ساڑھے دس بجے قرآن حکیم کی آیات کی تلاوت سے ہوا۔ تلاوت قرآن کی سعادت قاری عبدالمنعم نے حاصل کی۔ جناب عبدالرزاق نے امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کو استقبالیہ اور افتتاحیہ کلمات کہنے کی دعوت دی۔

ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ

ڈاکٹر صاحب نے خطبہ مسنونہ اور آیات قرآنی کی تلاوت کے بعد فرمایا کہ "محترم و مکرم و معظم زعمائے ملت اور حاضرین محترم! سب سے پہلے میں جملہ حاضرین کا بالعموم اور زعمائے ملت کا بالخصوص شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود ہماری دعوت پر اس اجلاس میں شرکت فرمائی"۔

ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میں اپنی بات کو دو حوالوں سے آپ حضرات کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں' ایک جانب تو حضور ﷺ کی حتمی اور یقینی پیشین گوئیاں ہیں کہ قیامت سے قبل پورے کرۂ ارضی پر اللہ کا دین غالب ہو کر رہے گا یعنی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا قیام عمل میں آ کر رہے گا۔ دوسری جانب قرب قیامت کے حوالے سے کتب احادیث میں بیان کردہ حالات و واقعات کا ظہور اب زیادہ دور کی بات نہیں ہے۔ بنی اسرائیل اور امت مسلمہ کے مابین جو آخری اور فیصلہ کن معرکہ قیامت سے قبل ہونے والا ہے' احادیث صحیحہ کے مطابق اس موقع پر حضرت مہدی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تائید و حمایت کے لئے سرزمین مشرق سے اسلامی افواج کی کمک روانہ ہوں گی' اس حوالے سے دیکھا جائے تو عرب کے مشرق میں ایران' افغانستان' اور پاکستان واقع ہیں۔

ایران کئی سال پہلے انقلاب کے مرحلے سے گزر چکا ہے اور وہاں اہل تشیع نے اپنے مذہبی تصورات اور اپنی فقہ کے مطابق ایک مذہبی نظام عملاً قائم کر دیا ہے۔

افغانستان میں بہت سے نشیب و فراز کے بعد طالبان کی حکومت قائم ہو چکی ہے' اور انہوں نے فقہ حنفی کے مطابق اپنا ملکی نظام استوار کر دیا ہے لیکن بدقسمتی سے پاکستان جو سب سے زیادہ "اھل" اور "احق" تھا' اس میں ابھی تک نفاذ اسلام کی منزل ع "ہنوز دلی دور است" کے مصداق نظر آتی ہے۔ پاکستان اسلامی ریاست بننے کا سب سے زیادہ کیوں "اھل" اور "احق" ہے' اس لئے کہ گزشتہ چار سو سال سے تجدیدی و احیائی مساعی کا عظیم الشان کام اسی برعظیم پاک و ہند میں ہوا' مسلمان ممالک میں پاکستان وہ واحد ملک ہے جس کی آزادی کی تحریک میں "پاکستان کا مطلب کیا' لا الٰہ الا اللہ" کا نعرہ لگایا گیا۔ ان تمام حالات وواقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان کی سرزمین کو اسلام کے عالمی غلبہ کی طویل المیعاد سکیم میں اہم کردار کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ قیام پاکستان کی طرح' قرارداد مقاصد کا پاس ہونا بھی ایک معجزہ تھا۔ تمام مکاتب فکر کے چوٹی کے ۳۳ علماء نے ۲۲ متفقہ نکات مرتب کر کے پوری قوم پر اتمام حجت کر دی۔ ان خوش کن اور حوصلہ افزاء باتوں کے بعد ملک میں جو کچھ ہوتا رہا ہے' اس میں افسوسناک اور تاریک پہلو زیادہ اور تابناک پہلو کم ہیں۔ لیکن ان سب کے باوجود عہد حاضر کے جدید تقاضوں کے مطابق نظام خلافت کے احیاء اور جدید اسلامی ریاست کے قیام کا جتنا امکان پاکستان میں ہے دنیا کے کسی دوسرے اسلامی ملک میں نظر نہیں آتا۔

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ کچھ عرصہ قبل جسٹس ریٹائرڈ جاوید اقبال جب وسطی ایشیائی ریاستوں کا دورہ کر کے واپس آئے تو انہوں نے ایک ملاقات میں مجھے بتایا کہ وہاں کے لوگ برملا یہ کہتے ہیں کہ ہمیں اسلامی ریاست کا ایک "ماڈل" درکار ہے۔ سعودی عرب کا نظام ہمیں قابل قبول نہیں' اس لئے کہ وہاں خاندانی بادشاہت کا نظام قائم ہے۔ ایرانی ماڈل کو بھی ہم اختیار نہیں کر سکتے کہ وہاں "تھیو کریسی" قائم ہے۔ ہمیں تو ایک حقیقی اسلامی ریاست کا ماڈل اور نمونہ درکار ہے۔ اس حوالے سے میری رائے میں پاکستان کی سرزمین ایک حقیقی اسلامی ریاست کے قیام کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ پاکستان میں نظام خلافت کے قیام کا اصولی فیصلہ ۱۲/ مارچ ۱۹۴۹ء ہی کو ہو گیا تھا جب دستور ساز اسمبلی نے قرارداد مقاصد کی منظوری دی تھی' اس قرارداد میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کا اعلان واعتراف کیا گیا تھا۔ خلافت کسے کہتے ہیں؟ اللہ کی حاکمیت کے تحت اللہ کے فرمانبردار بندوں کا نظام حکومت چلانا ہی تو خلافت ہے۔ اگرچہ قرارداد مقاصد کی منظوری کے بعد ملک میں نفاذ اسلام کے حوالے سے پیش رفت کافی سست رہی ہے۔ تاہم اس پیش رفت میں کسی قدر تیزی جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں ہوئی' جب انہوں نے قرارداد مقاصد کو دستور کے دیباچے سے اٹھا کر باقاعدہ طور پر دستور کا حصہ بنا دیا۔ دوسرا کام انہوں نے یہ کیا کہ اولاً ملک کی اعلیٰ عدالتوں کو یہ اختیار دے دیا کہ وہ ملک کے جس قانون کو قرآن و سنت کے خلاف پائیں' اسے کالعدم قرار دے دیں۔ لیکن پھر اس فیصلے سے کئی اندیشے اور خطرات محسوس کرتے ہوئے ۱۰ فروری ۱۹۷۹ء کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کی سطح پر "شریعت بینچ" قائم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ بالآخر ۲۶ جون

جلسہ گاہ، قرآن آڈیٹوریم کا ایک پر شکوہ منظر۔ امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ، افتتاحی خطاب فرمارہے ہیں اور آڈیٹوریم اپنی تمام تر وسعت کے باوجود تنگ دامانی کا شکار ہے

۱۹۸۰ء کو پورے ملک کی سطح پر ایک "وفاقی شرعی عدالت" اور سپریم کورٹ کی سطح پر ایک شریعت اپیلٹ بینچ قائم کرنے کا فیصلہ ہوا۔ اس فیصلہ کے ایک سال بعد وفاقی شرعی عدالت اور شریعت اپیلٹ بینچ میں جید علماء کو بھی بطور جج شامل کرلیا گیا۔ میرے نزدیک چار مراحل میں مکمل ہونے والا یہ کام اصولی اعتبار سے بالکل درست طریق کار پر مبنی ہے، اگرچہ ضیاء الحق مرحوم نے شرعی عدالت کے دائرہ اختیار پر بہت سی پابندیاں لگا کر یعنی دستور پاکستان، عدالتی طریق کار، معاشی معاملات اور عائلی نظام کو وفاقی شرعی عدالت کے دائرہ اختیار سے خارج قرار دے کر اس سارے کام کو بہت حد تک غیر موثر بنا دیا تھا۔ مالیاتی قوانین والی پابندی دس سال کے بعد از خود ختم ہو گئی تو عدالت کی طرف سے سودی نظام کے خلاف فیصلہ سامنے آ گیا، اسی طرح عائلی قوانین کے ضمن میں اعلیٰ عدالتوں نے از خود قرآن و سنت کے مطابق فیصلے صادر کرنے شروع کئے۔ اس طرح یہ پابندی بھی اب غیر موثر ہو چکی ہے۔ سپریم کورٹ نے ۱۴ جون ۹۲ء کے ایک فیصلے کے ذریعے قرارداد مقاصد کی خصوصی حیثیت کو بھی مجروح کر دیا اور فیصلہ دیا کہ قرارداد مقاصد کو بھی دستور کی دیگر دفعات کی طرح محض ایک دفعہ کی حیثیت حاصل ہے۔

پاکستان میں نفاذ اسلام کے ضمن میں پیش رفت کا یہ مختصراً جائزہ تھا جو میں نے آپ کے سامنے رکھا ہے۔ گزشتہ سال مسلم لیگ کو غیر متوقع طور پر جب غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی اور میاں محمد نواز شریف ملک کے وزیراعظم بنے تو امید کے بہت سے چراغ روشن ہوئے کہ شاید پچاس سال بعد ہی سہی مسلم لیگ کے ذریعے قیام پاکستان کے نامکمل ایجنڈے کی تکمیل ہو جائے۔ چنانچہ تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت نے کوئی موقع ضائع کئے بغیر "تکمیل دستورِ خلافت" کے نام سے ایک مطالباتی مہم کا آغاز کیا جس میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ قرارداد مقاصد سے متصادم دفعات کو دستور سے کالعدم قرار دے کر خارج کیا جائے اور منافقت کو ختم اور چور دروازوں کو بند کر کے ملک کے دستور کی تطہیر کی جائے اور اسے مکمل طور پر اسلامی دستور بنا دیا جائے۔ اس ضمن میں ملک کے معروف قانون دان جناب اسماعیل قریشی نے ہماری درخواست پر مطلوبہ دستوری ترامیم کا مسودہ تیار کر دیا جسے ہم نے ملک بھر میں وسیع پیمانے پر عام کیا۔ میاں محمد شریف نے اپنے تینوں بیٹوں کے ہمراہ دو مرتبہ قرآن اکیڈمی میں مجھ سے ملاقات کی اور مجوزہ اقدامات کرنے کا وعدہ کیا۔ بعد ازاں ایک مرتبہ میں نے تنظیم اسلامی کے وفد کے ہمراہ وزیراعظم میاں محمد نواز شریف سے ملاقات کی۔ اس ملاقات کے موقع پر میاں نواز شریف نے راجہ ظفرالحق سے دو مرتبہ کہا کہ "راجہ صاحب! قرآن و سنت کی بالادستی کے لئے ترمیمی بل کی تیاری کیجئے!" مگر یہ وعدہ ابھی تک شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکا۔

دستور میں مجوزہ ترامیم کے ضمن میں سب سے اہم دستاویز وہ ہے جو مولانا عبدالستار نیازی مدظلہ نے وزیر مذہبی امور کی حیثیت سے مرتب کی تھی۔ نفاذ شریعت کے لئے باقاعدہ ایک ورکنگ گروپ قائم کیا گیا تھا جس نے اپنی رپورٹ وزیراعظم کو پیش کر دی تھی۔ گویا اب قرآن و سنت کی بالادستی کے قیام کے حوالے سے تمام کام مکمل ہو چکا ہے۔ اور اب تکمیل دستور خلافت اور تنفیذ قانون شریعت کا مرحلہ باقی ہے جس کے لئے جرأت مندانہ اقدام کی ضرورت ہے۔ خود میاں نواز شریف نے اپنے پہلے دور حکومت میں ۱۰/اپریل ۱۹۹۱ء کو قومی اسمبلی میں اپنے خطاب میں متنازعہ نفاذ شریعت آرڈیننس کے نفاذ کے حوالے سے قرآن و سنت کی بالادستی کے لئے دستوری ترمیم کا وعدہ کیا تھا۔ گویا اس وعدہ کو بھی ساڑھے سات سال کا عرصہ گزر چکا ہے مگر قرآن و سنت کی بالادستی کا معاملہ ہنوز ؏ "کونسی وادی میں ہے کونسی منزل میں ہے، عشق بلاخیز کا قافلۂ سخت جاں"۔ کے مصداق منزل سے ہمکنار نہیں ہو سکا۔ تمام ضروری اور ناگزیر مراحل طے ہو جانے کے باوجود قرآن و سنت کی بالادستی کے قیام کے لئے مجوزہ دستوری ترامیم "ہڈی" بن کر موجودہ حکومت کے گلے میں اٹکی ہوئی ہیں۔

اس اجلاس میں ہمارے درمیان دو ایسے زعماء موجود ہیں جو موجودہ حکومت کے اتحادی ہیں، یعنی مولانا عبدالستار نیازی مدظلہ اور پروفیسر ساجد میر، جبکہ قاضی حسین احمد کو ایک اعتبار سے اپوزیشن لیڈر کی حیثیت حاصل ہے، وہ بھی یہاں موجود ہیں۔ تمام تر سیاسی اختلافات کے باوجود وقت کا تقاضا ہے کہ یہ تمام دینی زعماء دین کے قیام اور شریعت کے نفاذ کے لئے مل جل کر ایک مشترک پلیٹ فارم تشکیل دیں جس میں شریعت کے نفاذ کے لئے تمام جماعتیں یکجا نظر آئیں اور قرآن و سنت کی بالادستی کے مطالبے کو کم از کم اس سطح تک ضرور لے جائیں جس سطح کا عوامی مطالبہ "ایٹمی دھماکے" کے ضمن میں سامنے آیا تھا۔

مولانا مختار گل

تحریک اسلامی کے امیر مولانا مختار گل نے کہا کہ تنظیم اسلامی کی جانب سے پیش کئے گئے دونوں مطالبات یعنی دستور کی سطح پر قرآن و سنت کی بلا استثناء اور غیر مشروط بالادستی کے قیام اور سود سے پاک نظام معیشت کے نفاذ کی تحریک اسلامی مکمل اور بھرپور تائید کرتی ہے۔ یہ ایسے مطالبات ہیں جن کی کوئی مسلمان مخالفت کر ہی نہیں سکتا۔ قرآن مجید نے تو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کو شریعت الٰہی کے نفاذ سے وابستہ کر دیا ہے۔ اسی طرح ملک کی خوشحالی اور استحکام بھی اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کرنے ہی سے وابستہ ہے، مگر ہم نے اسے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک کی دینی جماعتیں اپنے اپنے فہم اور اپنی اپنی بساط کے مطابق اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوشاں ہیں۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کے علاوہ کوئی راستہ موجود نہیں ہے، نہ حکومت کے پاس اور نہ عوام کے پاس۔ جلد یا بدیر یہاں اسلامی نظام لازماً نافذ العمل ہو کر رہے گا۔ تحریک اسلامی کے امیر نے کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کے سامنے اسلامی فلاحی مملکت کے تصور کو اجاگر کیا جائے۔ دینی رہنماؤں اور اسلامی سکالرز کو ابھی سے اسلامی حکومت کے قیام کے بعد کے مسائل کے حل کے لئے سوچنا چاہئے۔ اسلامی نظام حیات کے نظریہ کو کامیاب بنانے کے لئے دین کی عادلانہ تعلیمات کو اجاگر کرنا ہو گا۔

جمعیت علماء پاکستان کے سربراہ مولانا عبدالستار نیازی' امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد' تنظیم الاخوان کے سربراہ مولانا اکرم اعوان' تحریک اسلامی کے سربراہ مولانا مختار گل متحدہ جمعیت

اگر حکومت دستوری سطح پر قرآن و سنت کو بالادستی عطا کر دے اور سودی نظام کو ختم کر دے تو ہم حکومت کی تائید کریں گے' اس لئے کہ ہمارا مقصود تو اسلامی نظام کا نفاذ ہے نہ کہ ذاتی اقتدار کی خواہش اور تمنا۔ اسلامی نظام کے نفاذ سے سب سے زیادہ فائدہ غریب آدمی کو پہنچے گا جبکہ صاحب ثروت اور مالدار طبقات اس سے سب سے زیادہ متاثر ہوں گے۔ یہ "متاثرین" نفاذ اسلام کے خلاف مزاحم ہوں گے لہٰذا لوگوں میں اسلام کے حقیقی تصورات کا فہم و فکر پیدا کرنا وقت کا اہم ترین تقاضا ہے۔

علامہ سید ساجد علی نقوی

تحریک جعفریہ کے سربراہ علامہ سید ساجد علی نقوی اپنے ایک تحریکی اجلاس میں سے وقت نکال کر بطور خاص اس پروگرام میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ چنانچہ تاخیر سے شریک اجلاس ہونے کے باوجود ان کی شدید مصروفیت کے پیش نظر انہیں پہلے سے موجود مقررین پر مقدم رکھتے ہوئے خطاب کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے کہا کہ اس جلسہ میں شرکت میرے لئے باعث سعادت ہے۔ نفاذ شریعت کے بارے میں پیغمبرؐ گرامی قدر کا کلمہ پڑھنے والوں میں اختلاف نہیں ہو سکتا۔ امت کے تمام مکاتب فکر اس بات پر متفق ہیں کہ شریعت کا نفاذ لازمی اور ضروری ہے اور اس کے نفاذ کے لئے جدوجہد کرنا اور قربانی دینا ہر کلمہ گو کا فریضہ ہے۔ نفاذ شریعت کا مسئلہ فقہی' جزئی اور فروعی نوعیت کے اختلافات سے بالاتر ہے۔ اگر ملک میں شریعت کی تنفیذ ہو جائے اور اسلام صحیح معنوں میں نافذ ہو جائے تو موجودہ فرقہ وارانہ اختلافات اور باہمی انتشار کا خاتمہ ہو جائے گا۔ در حقیقت یہ اختلافات بھی وہ قوتیں اُبھار رہی ہیں جو شریعت کے نفاذ کی مخالف ہیں۔ یہ انتشار و افتراق ہمیں ایک دوسرے سے دور کرنے اور مشترکہ مقاصد و اہداف پر جمع ہونے سے روکنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس سے دین اور اہل دین کی توہین ہو رہی ہے۔ علامہ سید ساجد علی نقوی نے کہا کہ دینی جماعتوں کی تمام تر قوت اور توانائی نفاذ شریعت کے عظیم کام کے لئے صرف ہونی چاہئے۔ ہم نے ہمیشہ وحدت اور اتحاد کی بات کی ہے اور مشترک مقاصد اور اہداف کے لئے متحدہ جدوجہد پر آمادگی کا اظہار کیا ہے۔ فروعی اور جزئی اختلافات کو ایک طرف رکھتے ہوئے انہیں علمی انداز میں بیان کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں مگر جن لوگوں کا معاشی مفاد دین و مذہب سے وابستہ ہوتا ہے وہ لوگوں میں دین کی بنیادی اور اساسی باتوں کو بھی اختلاف کا باعث بنا دیتے ہیں۔

علامہ ساجد نقوی نے ڈنکے کی چوٹ پر فرمایا کہ ہم قرآن میں ایک نقطے کی بھی کمی یا زیادتی کے قائل نہیں ہیں بلکہ ایسے شخص کو مجرم سمجھتے ہیں جو قرآن میں کمی بیشی کا قائل ہو۔ ۷۰ گز کا قرآن جسے بکری کھا گئی تھی' دورِ جاہلیت کی باتیں ہیں۔ قرآن حکیم ایک "معجزۂ خالدہ" ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ ملک اُسی وقت محفوظ رہ سکتا ہے جب اس میں قرآنی نظام نافذ ہو۔

علامہ ساجد نقوی نے کہا کہ قومی ایجنڈے کے حوالے سے وزیراعظم کا دینی و آئینی فرض بنتا ہے کہ وہ اسلامی نظام کے نفاذ کو اپنی اولین ترجیح قرار دیتے۔ قرآن مجید کے حلال و حرام میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے' لہٰذا کوئی مسلمان سودی نظام کو جائز سمجھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ وزیراعظم کو سودی معیشت کے خاتمے کا فیصلہ کرنا چاہئے تھا' انہیں اسلام اور قرآن کا نظام نافذ کرنے کا اعلان کرنا چاہئے تھا' جس کی بنیاد پر یہ ملک بنا تھا۔ علامہ ساجد نقوی نے کہا کہ تحریک جعفریہ' امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد کی طرف سے پیش کردہ مجوزہ آئینی ترامیم کی مکمل تائید کرتی ہے۔ شیعہ کمیونٹی نے ایران میں خلافت کا احیاء کر دیا ہے' وہاں ولایت فقیہ کا نظریہ رائج ہے' اب اسے آپ خلافت کہہ لیں یا ولایت فقیہ کا نام دے دیں الفاظ مختلف ہیں لیکن "عبارتنا شتی وحسنک واحد" کے مصداق مقصد ایک ہی ہے۔ ہمیں قرآن و سنت کی بالادستی کے قیام اور نظام خلافت کے احیاء کے لئے قدم سے قدم ملا کر جدوجہد کرنی چاہئے۔ اس ضمن میں ایک مشترک پلیٹ فارم کی ضرورت ہے' ایک مخلص قیادت کی ضرورت ہے۔ یہ قیادت شخصی بھی ہو سکتی ہے اور اجتماعی بھی۔ اس قیادت کے ذریعے ہی تنفیذ شریعت کی جدوجہد کو آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ نفاذ شریعت شیعہ اور سنی کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ اسلام اور قرآن کا مطالبہ ہے' یہ کام شیعہ سنی اختلاف سے بالاتر ہے۔

علامہ سید ساجد نقوی نے کہا کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب پرسنل لاء کے حوالے سے بعض پیچیدگیوں اور پریشانیوں کا اظہار کرتے ہیں' مگر میرے خیال میں یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے جو حل نہ ہو سکے۔ پاکستان کے آئین میں اس وقت بھی پرسنل لاء اور پبلک لاء کے بارے میں رہنمائی موجود ہے' تاہم اس مسئلے کو باہمی مشاورت سے حل کیا جا سکتا ہے۔ کافرانہ نظام کا خاتمہ' غیر اسلامی قوانین کی تنسیخ اور شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہمارا اولین مقصد ہونا چاہئے۔

مولانا معین الدین لکھوی

متحدہ جمعیت اہلحدیث کے مرکزی صدر مولانا معین الدین لکھوی نے فرمایا کہ نفاذ شریعت میں کوتاہی ہمارے ایمان کی کمزوری کا نتیجہ ہے۔ ہم نفاذ شریعت کا مطالبہ تو کرتے ہیں مگر اس کے لئے قربانی دینے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ نفاذ شریعت کا عمل ذاتی زندگی میں شریعت کے احکام پر عمل کرنے سے شروع ہو جاتا ہے۔ دستور و آئین کی سطح پر تمام ضروری مراحل طے ہو چکے ہیں مگر اس اعلیٰ' پاکیزہ اور مقدس ترین مقصد کا شرمندۂ تعبیر نہ ہونا ہمارے ایمان کی کمزوری ہی کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ نفاذ شریعت کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہمارے مسلکی اختلافات ہیں' میں نے ہر گلی کوچے کا طواف کیا ہے' میں مسجد سے قومی اسمبلی تک پہنچا ہوں' مسجد ہو یا مدرسہ' عدالت ہو یا اسمبلی ہر جگہ خرابیاں موجود ہیں۔ ہمارے

ت اہلحدیث کے سربراہ مولانا معین الدین لکھوی، تحریک جعفریہ پاکستان کے صدر علامہ ساجد علی نقوی، مرکزی جمعیت اہلحدیث کے سربراہ پروفیسر ساجد میر

اختلافات کا اصل سبب قرآن پر دلی یقین والے ایمان کا نہ ہونا ہے۔ اسی سے اختلافات جنم لیتے ہیں، خواہشات اور تمنائیں انگڑائیاں لیتی ہیں۔ جماعتی، مسلکی اور گروہی مفادات کے تحفظ کے لئے باہمی ضد اور سرکشی کا رویہ اپنایا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں اسلام کے بہت سے قوانین نافذ ہیں، وراثت کا قانون، قصاص اور دیت کا قانون اور عائلی قوانین سب اسلامی ہیں۔ اگر اسلام کا مکمل نظام نافذ العمل ہو جائے تو ملک کے معاشی، معاشرتی اور سیاسی مسائل حل ہو جائیں گے۔ پہلے ہم سب اپنے اوپر شریعت کو نافذ کریں، پھر کتاب و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینا بھی ضروری ہے، سودی معیشت کو ختم کرنا بھی لازم ہے۔ مولانا معین الدین لکھوی نے فرمایا کہ میں اور میری جماعت داعی تحریک خلافت کی طرف سے پیش کردہ دستوری ترامیم اور تنفیذ شریعت کے ضمن میں سودی نظام کے خاتمے کی مکمل تائید کرتے ہیں۔

مولانا محمد اکرم اعوان

تنظیم الاخوان کے سربراہ مولانا محمد اکرم اعوان نے کہا کہ میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے وقت کی اہم ترین ضرورت کو پورا کرتے ہوئے اکابرین امت کو جمع کیا۔ مولانا نے فرمایا ہر کام یا تو شریعت کے مطابق ہے یا شریعت کے خلاف۔ جو کام شریعت کے مطابق ہے، اس پر کسی بالادستی کا کیا سوال؟ اور جو کام شریعت کے خلاف ہے اس پر شریعت کی بالادستی کیسے قائم ہو سکتی ہے؟ یہ بالادستی والا نکتہ کم از کم میرے فہم و ادراک سے "بالا" ہے۔ میرے خیال میں اب بات بالادستی سے آگے بڑھ چکی ہے۔ لہٰذا اب نفاذ شریعت کی بات کی جانی چاہئے۔ انہوں نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حکومت بہت سے اچھے کام بھی کر رہی ہے اور کئی اسلامی قوانین بھی نافذ ہیں۔ ایسے اصحاب کی خدمت میں میری گزارش ہے کہ بہت سا اسلام تو غیر اسلامی ممالک میں بھی نافذ ہے۔ جاپان کا معاشی نظام غیر سودی ہے، مغرب کا لین دین کا نظام، اشیاء کی کوالٹی کنٹرول کا نظام بھی خالص اسلامی ہے لیکن کیا ان اقدامات کی وجہ سے انہیں اسلامی حکومتیں کہا جا سکتا ہے۔ ملک کا دستور "منزّل من اللہ" تو نہیں ہے بلکہ اس کے بنانے والوں کی اکثریت ڈاکوؤں اور لٹیروں پر مشتمل ہے۔ یہ دستور اور یہ قوانین کن "مجتہدین" کے بنائے ہوتے ہیں، کہاں اللہ کا حکم، کہاں قرآن کی بات، کہاں محمد عربی ﷺ کا ارشاد، کہاں اسلام کا حکم اور کہاں آپ کی دستور ساز اسمبلی اور اسمبلی ممبران! اللہ کے دین کے باغیوں اور بدمعاشوں سے سمجھوتے کرنا کونسا اسلام ہے؟ قوم کو اب ان ہیرا پھیریوں سے نکلنا ہو گا، ہمیں شریعت اور صرف شریعت چاہئے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہئے۔

حکومت قطعاً ایٹمی دھماکہ کرنے کے حق میں نہیں تھی مگر وہ اس لئے یہ "گستاخی" کرنے پر مجبور ہو گئی کہ ایٹمی دھماکہ کیلئے تمام دینی و سیاسی جماعتیں اور عوام اکٹھے ہو گئے تھے۔ کیا اس طرح کا اتحاد و اتفاق نفاذ شریعت کیلئے پیدا نہیں کیا جا سکتا؟ اگر ہم اب بھی وطن عزیز کو شریعت نہیں دے سکتے تو پھر آئندہ کیا ہو گا؟ ہمارے دینی زعماء اب عمر کے آخری سرے پر پہنچ چکے ہیں، جبکہ میں نے اپنے بڑھاپے کی سفیدی کو رنگ لگا کر چھپایا ہوا ہے۔ شاید ان زعماء کے بعد اس جرأت ایمانی کا حامل کوئی شخص ہمیں نہ مل سکے۔ ہمارے پاس صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے کہ قرآن و سنت کو ملک کا واحد آئین و دستور قرار دیں۔ ہمیں کوئی بالادستی اور زیردستی درکار نہیں ہے۔

مولانا محمد اکرم اعوان نے کہا کہ بھارتی وزیراعظم واجپائی کے مقابلے میں آپ کی غیرت اس قدر بیدار ہو گئی جس کے آگے حکومت کو بھی گھٹنے ٹیکنے پڑ گئے مگر نفاذ شریعت کے لئے بھی ایسا اتفاق و اتحاد پیدا ہونا چاہئے! ہم سب اللہ سے، اس کے رسول سے، اس کے دین سے، اس کی کتاب سے وفا کریں اور طے کر لیں کہ اب ہمارے ملک میں صرف اور صرف شریعت کا نظام آئے گا، اس عزم بالجزم کے بعد کوئی حکمران اسلام کے نفاذ کو مؤخر نہیں کر سکتا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دینی جماعتیں متحد ہو کر ایسی قوت فراہم کریں کہ یہ حکومت ہی نفاذ اسلام پر مجبور ہو جائے، اگر ایسا ہو جائے تو پھر حکومت کی بدلنے کی کیا ضرورت ہے!

پروفیسر ساجد میر

مرکزی جمعیت اہلحدیث کے مرکزی امیر اور سینیٹر جناب پروفیسر ساجد میر نے کہا کہ حضور ﷺ اللہ کی طرف سے جو دین لے کر آئے وہ دین تمام ادیان اور نظام ہائے حیات پر غالب ہونے اور رہنے کے لئے آیا ہے۔ جب دور نبوی ﷺ اور عہد خلافت راشدہ میں یہ دین نافذ العمل ہوا تو انسانیت کی مشکلات کا خاتمہ ہو گیا۔ آج بھی اسلام ہی ہماری تمام مشکلات کو حل کر سکتا ہے۔ اسلام میں دین اور دنیا کی کوئی تفریق نہیں ہے۔ قانون الٰہی کا نفاذ ہی دنیا میں فلاح اور آخرت میں نجات کا باعث بنے گا۔ ہماری زبوں حالی اور تباہی و بربادی اسلامی نظام سے روگردانی کی وجہ سے ہے، اگر ہم اللہ کا قانون نافذ کر دیں تو آسمان بھی اپنے خزانے ہم پر نچھاور کر دے گا اور زمین بھی اپنی پیداوار کے خزانے اگل دے گی۔

مولانا نے فرمایا میں کسی لفظی بحث میں الجھے بغیر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ قرآن و سنت کی بالادستی کا معاملہ ہو یا نفاذ شریعت کا مسئلہ، کالاباغ ڈیم کی تعمیر ہو یا قومی ایجنڈا، دنیا و آخرت کی فلاح و کامرانی کا انحصار صرف اور صرف اسلامی قوانین پر عمل سے وابستہ ہے۔ اچھی بات کی تحسین ہونی چاہئے اور غلط کام کی مذمت کی جانی چاہئے۔ ہمیں اپنی اصل کی طرف لوٹنا ہو گا اس کے بغیر ہمارا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ قرآن و سنت کی بالادستی کے ضمن میں ہم تحریک خلافت پاکستان کی مکمل تائید کرتے ہیں۔

پروفیسر ساجد میر صاحب کے خطاب کے بعد سٹیج سیکرٹری نے امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد صاحب کو خطاب کی دعوت دی۔ امیر جماعت اسلامی محترم قاضی حسین احمد صاحب کو تنظیم اسلامی کی جانب سے پہلے بھی

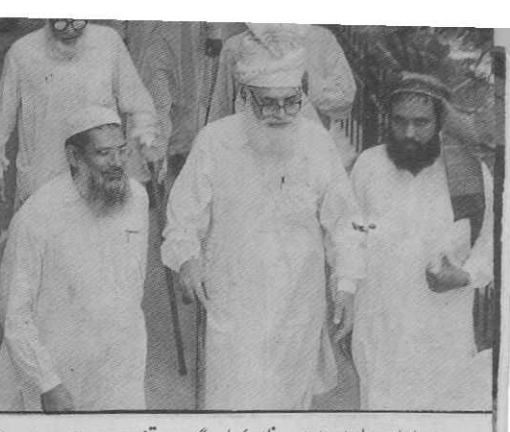

مولانا عبدالستار نیازی مدظلہ ' جلسہ گاہ میں تشریف لاتے ہوئے

کئی مواقع پر تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے خطاب کی دعوت دی جاتی رہی ہے مگر قاضی صاحب اپنی گوناگوں مصروفیات کے باعث تشریف نہ لا سکے۔ میرے علم کی حد تک تنظیم اسلامی و تحریک خلافت کے زیر اہتمام منعقدہ پروگرام میں پہلی دفعہ قاضی صاحب کی شرکت ممکن ہو سکی ہے۔ اللہ تعالیٰ قاضی صاحب کی تشریف آوری کو دونوں جماعتوں میں نہ صرف قرب کا ذریعہ بنا دے بلکہ اسے ملک میں نفاذ شریعت کے عظیم مقصد کے لئے باہمی تعاون کی راہیں تلاش کرنے میں بھی مددگار بنا دے۔ آمین قاضی صاحب کی قائدانہ صلاحیتوں کا ہر کوئی معترف ہے اور "مرد کہستانی" ہونے کی وجہ سے وہ نہایت متحرک بھی ہیں اور فعال بھی۔

قاضی حسین احمد

قاضی صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا "میں جلسہ گاہ میں آتے ہوئے بینرز پر لکھے ہوئے تنظیم اسلامی کے بنیادی اصولوں کو دیکھ رہا تھا۔ ایک بینر کی عبارت ہے : "ہمارا طریق قرآن حکیم اور سنت رسول ﷺ سے ماخوذ ہے"۔ حقیقت یہی ہے کہ ہماری جدوجہد قرآن و سنت کے مطابق ہی ہونی چاہئے۔ اس امت کے آخری حصے کی اصلاح اسی طریقے سے ہوگی' جس طریق سے پہلے حصے کی ہوئی تھی۔ آپؐ نے لوگوں کو دعوت دی' ان کی تنظیم بنائی' انہیں ترتیب دی' نظام مشاورت قائم کیا اور پھر اس جماعت کو منظم کر کے معاشرے کی اصلاح اور قیادت کی تبدیلی کے کام پر لگایا اور اس کے نتیجے میں قیادت اور اقتدار غلط کار لوگوں سے صالح اور اللہ کے برگزیدہ گروہ کے پاس آ گیا۔ یہی نبویؐ طریق کار ہے' اسی طریق کار سے اصلاح ہوگی' اسی پر ہمارا ایمان ہے اور اسی طریق پر ہم عمل پیرا ہیں۔ جس معاشرے میں ہم نے کام شروع کیا وہ اگرچہ مسلمانوں کا معاشرہ ہے لیکن ہمیں اس سے خیر کی توقع نہیں۔ یہ ملک اسلام کے لئے بنا تھا اس لئے اس میں نفاذ اسلام کے لئے جدوجہد کی گئی۔ مولانا مودودیؒ نے دستور اسلامی کا مطالبہ کیا جس کے نتیجے میں قرارداد مقاصد منظور ہوئی۔ باہر مولانا مودودیؒ اور دیگر علماء کی جدوجہد اور اندر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی دھمکی کام کر گئی۔ اس وقت رائے عامہ کافی حد تک ہموار تھی۔ انہیں اس بات کا یقین تھا کہ میری بات حکمرانوں کو ماننا پڑے گی بصورت دیگر میں عوام میں جاؤں گا۔ مولانا عثمانی کی دھمکی کی قدرو قیمت سے حکمران بھی آگاہ تھے لہٰذا انہوں نے مجبوراً قرارداد مقاصد منظور کر لی مگر دلی یقین نہ ہونے کی وجہ سے اس پر عمل نہ کیا گیا۔ خود مولانا مودودیؒ نے اس قرارداد مقاصد کے بارے میں فرمایا "نہ اس قرارداد کی منظوری سے پہلے کوئی گھٹا آئی اور نہ اس کے بعد کوئی مینہ برسا"۔ اگر عمل کی نیت ہوتی تو دستور کی ضرورت بھی نہیں تھی صرف یہی قرارداد ہی کافی تھی' لیکن ع "خوئے بد را بہانہ بسیار" کے اصول کے مطابق پہلے کہا گیا کہ یہ قرارداد دستور کا حصہ نہیں ہے لہٰذا اس پر عمل نہیں ہو سکتا' حالانکہ دیباچہ اور مقدمہ تو بنیاد اور اصل روح ہوتا ہے۔ مگر جب بعد میں قرارداد مقاصد کو دستور کا حصہ بنا دیا گیا تو ایک دوسرے چیف جسٹس نے کہا کہ دستور کی ہر دفعہ اپنی جگہ "Independent" ہے۔

اس قوم نے تو قرآن کے ساتھ بھی یہی سلوک روا رکھا ہے' بقول اقبال ؎

احکام تیرے حق ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآن کو بنا دیتے ہیں پاژند

قرآن کی آیت ہے ﴿وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّهْلُکَةِ﴾ یعنی جہاد سے اعراض اور پہلو تہی اختیار کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے' مگر انگریزی عہد میں جہاد سے فرار اور انگریزوں سے جہاد نہ کرنے کے لئے اسی آیت کو بہانہ بنا لیا گیا کہ "انگریزوں سے لڑنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے"۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دستور کو جس طرح بھی محفوظ بنا لیا جائے' خراب نیت والے لازماً چور دروازہ تلاش کر لیں گے' آپ اسے قرآن سے زیادہ محفوظ تو نہیں بنا سکتے۔ کیا ان لوگوں سے نفاذ اسلام کی توقع رکھی جائے جن کی دعوت ہی یہ ہے کہ "آؤ مل کر لوٹیں' کچھ تم کھاؤ' کچھ ہم کھائیں گے"۔ نواز شریف کے پاس سرمایہ داروں' جاگیرداروں' اہل غرض اور مفاد پرست طبقہ کے علاوہ اور کیا ہے؟ ان لوگوں کو انگریزوں نے اسی لئے تیار کیا تھا کہ یہ ان کی تہذیب کی حفاظت کریں' ان کے معاشی مفادات کی نگرانی کریں۔

محترم قاضی صاحب نے میاں محمد شریف اور ان کے تینوں بیٹوں کی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ سے ملاقاتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان لوگوں نے تو آپ سے ایک سال کے اندر اندر سودی نظام ختم کرنے کا وعدہ کیا تھا مگر ڈیڑھ سال کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی پورے قومی ایجنڈے میں سود سے پاک معیشت کا ذکر تک نہیں ہے۔ ایک ملاقات میں راجہ ظفر الحق نے خود مجھے بتایا کہ "ہم نے رات دن ایک کر کے سود سے پاک نظام معیشت کے قیام پر مبنی رپورٹ تیار کر کے اسے وزیر اعظم کے سامنے پیش کر دیا۔ کافی عرصہ بعد جب اس رپورٹ کے بارے میں کوئی "شنید" نہ ہوئی تو پھر ہم نے پوچھا کہ حضور والا! اس رپورٹ کا کیا بنا' اس پر میاں نواز شریف نے کہا کہ راجہ صاحب! اس رپورٹ کا کیا کرنا ہے؟ میں نے کہا "حضور" اسے نافذ کرنا ہے' اور اس کا کیا کرنا ہے! یہ رپورٹ تا حال طاق نسیان بنی ہوئی ہے۔ ہم نے بار بار مطالبہ کیا کہ اپنے مذہبی امور کے وزیر کی تیار کردہ رپورٹ ہی نافذ کر دو۔ پروفیسر خورشید احمد کی سربراہی میں "خود کفالتی کمیٹی" کی رپورٹ بھی تیار ہوئی مگر اس پر بھی عمل درآمد نہیں ہوا۔ اگر ان کی نیت صحیح ہوتی تو اسے یہ لوگ نافذ کر دیتے۔

قاضی صاحب نے فرمایا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ ہم یہاں پر اچھی اچھی تقریریں کریں اور آخر میں "وما علینا الا البلاغ" کہہ کر پھر انہی لوگوں کے ساتھ جا کر بیٹھ جائیں۔ ابلاغ کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ﴿بَلٰغٌ فَهَلْ یُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ جو عمل نہیں کریں گے' ہلاکت ان کا مقدر ہوگی' ہمارا ان فاسقوں سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم پے در پے تجربات کے بعد اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ حکمران شریعت کو نافذ نہیں کریں گے۔ سوال یہ ہے کہ پھر ہمیں کیا کرنا ہوگا؟ آج ہم نے دین و سیاست کی تفریق کو تسلیم کر لیا ہے۔ حضور ﷺ کی زندگی کے کس گوشے کو آپ سیاست اور کس گوشے کو دین کہیں گے۔ آپؐ نے دین دیا' آپؐ نے شریعت دی' آپؐ نے حکومت عطا فرمائی' نظام دیا' آئین دیا۔ حضورؐ ہی کے طریقہ کار کے ہم پابند ہیں۔ حکمرانوں اور سلاطین کو وعظ کا تھوڑا بہت فائدہ تو ہوتا ہے مگر حضورؐ کا یہ طریقہ نہیں تھا۔ ملوکیت کے دور میں علماء کی یہ مجبوری تھی۔ انحطاط کے اِسی زمانے میں کہا گیا کہ "رموز مملکت خویش خسرواں دانند' گدائے گوشہ نشینی حافظا مہ خروش" اور "زمانہ با تو نہ سازد تو بازمانہ بساز" یہ سب دور زوال کی باتیں ہیں' جبکہ اقبال کہتے ہیں کہ ؎

حدیث بے خبراں ہے تو با زمانہ بساز
زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ ستیز

ہم سب اپنا طریق کار قرآن و سنت ہی سے اخذ کرتے ہیں' ہمیں اس نکتہ کی جانب بھی سوچنا چاہئے کہ اگر نواز شریف نے اسلام نافذ نہ کیا تو پھر ہمارا لائحہ عمل کیا ہوگا؟ اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

ہوئی نہ زاغ میں پیدا بلند پروازی
خراب کر گئی شاہیں بچے کو صحبت زاغ

کوا اوپر نہیں اڑ سکتا' کوے کا ساتھ دینے کے لئے شاہین کو نیچے آنا پڑے گا۔ شاہین کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو خراب نہ کرے' اسے سمجھنا چاہئے کہ کوا اس کے ساتھ پرواز کے قابل نہیں ہے۔ شاہین کو قرآن و سنت کی روشنی میں اپنا راستہ تلاش کرنا چاہئے۔ امیر جماعت اسلامی نے شریک اجلاس زعماء ملت کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ میں اپنے ان بزرگوں سے پوچھوں گا کہ حکمرانوں کا رویہ تو معلوم ہے اس کے بعد ہمارا راستہ کیا ہوگا؟

قاضی صاحب کے خطاب کے بعد آخری مقرر مولانا عبدالستار خان نیازی کو جو تمام مقررین اور زعماء میں معمر ترین اور بزرگ ترین تھے' دعوت خطاب دی گئی۔ امیر تنظیم اسلامی نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں مولانا عبدالستار نیازی مدظلہ کے بارے میں اس توقع کا اظہار کیا تھا کہ جو کردار قرارداد مقاصد کی منظوری کے حوالے سے قیام پاکستان کے فوراً بعد مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ادا کیا تھا' آج نفاذ شریعت کے ضمن میں وہی کردار مولانا نیازی ادا کرسکتے ہیں۔ ملک کو اسلام کا گہوارہ بنانے کا عمل اتنا مقدس اور اتنا اعلیٰ ہے کہ اسے جو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچادے' وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کا محبوب اور اُمت مسلمہ کی آنکھوں کا تارا بن جائے گا۔

مولانا عبدالستار خان نیازی

مولانا نیازی نے فرمایا کہ شریعت کے نفاذ کے مسئلہ پر کئی تقاریر ہو چکی ہیں۔ محترم قاضی حسین احمد نے بھی اپنے خطاب میں فرمایا ہے کہ "ہمیں موجودہ حکومت سے نفاذ شریعت کی کوئی توقع نہیں' لہٰذا ہم اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے"

شریعت کیا ہے' فقط دنیا میں اللہ سے ڈرنا
حضور خواجہ کونینؐ کی عزت پہ کٹ مرنا

مولانا نے فرمایا میری سب اکابر علماء سے ملاقاتیں رہی ہیں۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ سے ۱۹۳۸ء میں میری پہلی ملاقات ہوئی تھی' وہ درد دل رکھنے والی شخصیت تھے۔ میں ان حالات میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ محترم قاضی حسین احمد کی مایوسی بجا! نواز شریف حکومت کے احوال و آثار سے امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی لیکن اس کے باوجود ہم حکمرانوں کو آخری حد تک پہنچا کر دم لیں گے۔ نفاذ شریعت کے حوالے سے وزیراعظم اور صدر سے ہماری کئی ملاقاتیں ہو چکی ہیں۔ ایسی ہی ایک ملاقات میں میں نے وزیراعظم سے کہا "میاں صاحب سنو! ہم وزارت اور مشاورت نہیں چاہتے' ہم اس پر لعنت بھیجتے ہیں' ہم یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ شریعت کیوں نافذ نہیں کی جارہی؟ کل خدا قیامت کے دن ہم سے پوچھے گا تو ہم کیا جواب دیں گے؟ کیا ہمیں حضورؐ کے سامنے حاضری سے شرم نہیں آئے گی۔ میں نے کہا تھا میاں صاحب سنو! سورۂ مائدہ کے ایک رکوع کے اندر اللہ نے فرمایا ہے کہ ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ .... هُمُ الظّٰلِمُوْنَ .... هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ یعنی جو شریعت نافذ نہیں کرتے وہی کافر ہیں' وہی ظالم ہیں' وہی فاسق و بدکار ہیں۔ میاں صاحب بتاؤ تم کیا چاہتے ہو! اس پر میاں نواز شریف نے کہا کہ نیازی صاحب میں بھی شریعت چاہتا ہوں۔ میں نے خود ریڈیو اور ٹی وی پر خطاب کرتے ہوئے سودی نظام کو خدا اور رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ قرار دیا' میرا نصب العین خلافت راشدہ جیسا نظام قائم کرنا ہے۔ اس پر میں نے میاں صاحب سے کہا آپ کے سابقہ وزارت عظمیٰ کے دور میں جب میرے پاس وزارت مذہبی امور کا قلمدان تھا' اس وقت ہم نے نفاذ شریعت کے لئے ایک اعلیٰ سطحی کمیٹی قائم کی تھی' جس میں تمام مکاتب فکر کے جید علماء شامل تھے' وہ رپورٹ آپ نافذ کردیں۔ میاں صاحب سے پھر ملاقات ہوئی جو تین گھنٹے پر محیط تھی۔ میں نے میاں صاحب سے پوچھا' آپ کو نفاذ شریعت پر کیا اعتراض ہے' میاں صاحب نے کہا مجھے کوئی اعتراض نہیں' میں مطمئن ہوں لیکن مجھے کچھ لوگوں سے بات کرنا ہے' آپ مجھے کچھ مہلت دیں۔ نواز شریف نے ایک ہفتہ کی مہلت مانگی مگر ہم نے دو ہفتہ کی مہلت دے دی۔ یہ مہلت ۱۵/اپریل تک کے لئے تھی۔ ۱۵/اپریل کو حکومتی وفد نے ہم سے مزید وقت مانگا' ہم نے کہا کہ کوئی مہلت نہیں ہے' پھر مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل کا فون آیا کہ ہمیں کچھ مہلت دی جائے' انہیں بھی یہی جواب دیا گیا۔ بعد ازاں ٹیلی فون پر صدر نے ہم سے بات کی اور کہا کہ میں وزیراعظم سے ملاقات کے بعد آپ سے رابطہ کروں گا۔ وزیراعظم سے ملاقات کے بعد انہوں نے کہا کہ وزیراعظم آپ کی دو باتیں مان رہے ہیں۔ ☆ اولاً سودی نظام کو ختم کرنا' ثانیاً قومی اسمبلی کے آئندہ اجلاس میں شریعت کو سپریم لاء بنانے کا ترمیمی بل پیش کرنا۔ ان تمام معاملات میں صدر مملکت رفیق تارڑ ہمارے درمیان ضامن تھے۔ اب ہم ان سے پوچھیں گے کہ صدر صاحب آپ کی ضمانت کا کیا ہوا۔ پریس والے پوچھتے ہیں کہ نیازی صاحب! آپ لوگ کب تک انتظار کریں گے۔ میں نے پریس والوں سے بھی کہا کہ اب ہم مزید انتظار نہیں کریں گے۔ صدر نے ذمہ داری لی تھی' ہم ان سے پوچھیں گے پھر فیصلہ کریں گے۔

ڈاکٹر صاحب نے اہل علم کا یہ اجتماع بلا کر بہت بڑا اور اہم قومی و ملی فریضہ سرانجام دیا ہے۔ اُن کی جدوجہد کو اللہ کامیاب کرے۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے ایک موقع پر ہم سے کہا کہ سینٹ میں ہماری اکثریت نہیں ہے' وہاں نفاذ شریعت کی مخالفت ہوسکتی ہے۔ ہم نے انہیں جواب دیا کہ

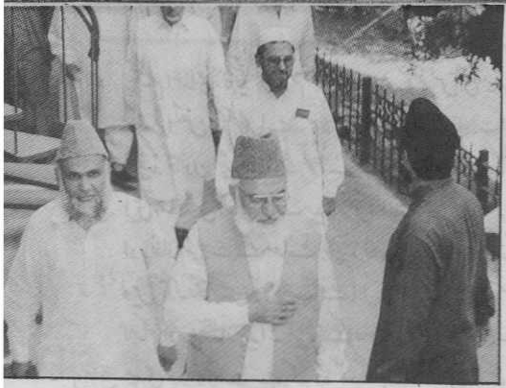

امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد جلسہ گاہ میں تشریف لاتے ہوئے

ہم رائے عامہ بیدار کریں گے' ان کا سماجی بائیکاٹ کریں گے' ایسے ارکان سینٹ کے جنازے پڑھنے سے انکار کر دیں گے۔ پھر کوئی "پلید" ایسا نہیں ہوگا جو شریعت کی مخالفت کرے۔ ہمارا مدعا و مطلب یہ ہے کہ ہم نفاذ شریعت کی تحریک کو جاری رکھیں گے۔ ہمارے بزرگ منتظر ہیں کہ ہم نے پاکستان میں نفاذ شریعت کی جدوجہد کو کہاں تک پہنچایا۔ اس اجتماع کے اندر اعلان کیا جائے کہ اگر حکومت نفاذ شریعت کے لئے عملی اقدامات سے نہیں کرتی تو ہم حکومت کو نہیں مانیں گے' ان سے مقابلہ ہوگا' انہیں ہم مجبور کردیں گے۔ صدر نے مجھے کہا کہ وزیراعظم شریعت کا نفاذ چاہتے ہیں میں نے کہا کہ اگر نہ چاہیں تو کیا ہوگا؟ اس پر صدر نے کہا کہ پھر وزیراعظم سے میری بھی جنگ ہوگی۔ اس لئے ان سے آخری ملاقات ضرور ہوگی! ہم شریعت کے نفاذ کے بغیر ہرگز مطمئن نہیں ہوں گے' ہم مشکلات کا مقابلہ کریں اور شریعت کے نفاذ کے لئے ہم سب ڈٹ جائیں۔ اللہ ہم سب کو کامیاب فرمائے گا۔ اس اجلاس کا فیصلہ یہی ہے کہ نفاذ شریعت کو حکومت اپنی اولین ترجیح بنائے۔

اختتامی کلمات' ڈاکٹر اسرار احمد

آج کا یہ اجتماع اس منزل کی طرف پہلا قدم ہے کہ قوم کے اندر سے قرآن و سنت کی بالادستی اور تنفیذ شریعت کے لئے زوردار مطالبہ اٹھایا جائے۔ جس طرح حکومت کو عوامی دباؤ پر ایٹمی دھماکہ کرنا پڑا کیا اسی طرح کا عوامی دباؤ نفاذ شریعت کے لئے ممکن نہیں ہے؟ ایسا ہونا ممکن ہے' عوام کے اندر جذبات موجزن ہیں مگر دینی جماعتوں کے باہمی اختلافات' رسہ کشی اور تفرقہ سے عوام نہ صرف بددل ہیں بلکہ وہ دینی جماعتوں سے مایوس بھی ہو چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب علماء اس بات کی ہمت و جرأت نہیں کرتے کہ لوگوں کے سامنے اس معاملے کو لے جائیں۔ اس کانفرنس میں اہل تشیع بھی شریک ہیں اور اہل سنت بھی' اہلحدیث بھی ہیں اور بریلوی بھی' جماعت اسلامی کے امیر بھی ہیں اور تحریک اسلامی کے امیر بھی'

تنظیم اسلامی کا یہ "خادم" بھی ہے جو کانفرنس کی میزبانی کے فرائض ادا کر رہا ہے۔ مطالبۂ تکمیل دستور خلافت اور تنفیذ قانون شریعت کے حوالے سے یہ پہلا قدم ہو گا کہ دینی جماعتیں اتفاق رائے پیدا کریں' ایک اجماع پیدا کریں اور نفاذ شریعت کے معاملے کو چند نکات کے اندر مرکوز کر دیں تاکہ مخالفین کی جانب سے اس ضمن میں کسی قسم کا ابہام اور انتشار پیدا نہ کیا جا سکے۔ دیگر دینی جماعتوں سے میری درخواست ہے کہ وہ آگے بڑھ کر اس مسئلے کو اٹھائیں اور لوگوں کو منظم کریں تاکہ قرآن و سنت کی بالادستی کا "متفقہ مطالبہ" حکومت کے سامنے لایا جا سکے۔ خود کو مسلمان بنائے بغیر کچھ نہیں ہوتا مگر کسی بھی ملک کی آبادی کبھی بھی باعمل مسلمانوں پر مشتمل نہیں ہوتی۔ خود حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں بھی کیا عرب کا ایک ایک شخص پکا اور سچا مومن بن گیا تھا۔ اگر ایسا ہو گیا ہوتا تو پھر خلافت صدیقی میں ارتداد کا فتنہ کیوں پیدا ہو جاتا۔ ﴿يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا﴾ کی شان کے حامل "يَخْرُجُوْنَ مِنْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا" کیسے ہو گئے۔ ہاں ایک جماعت تیار ہوئی تھی' ریڑھ کی ہڈی کی طرح مضبوط جماعت' اس جماعت نے جدوجہد کی اور قربانیاں دیں۔

کردار سازی اور انسان سازی کے بغیر کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہو گا لیکن انسان سازی' کردار سازی اور تقویٰ و تدین کے بعد ایک منظم جدوجہد لازم ہے' اس کے بغیر دنیا میں کبھی کچھ نہیں ہوا۔

یہ درست ہے کہ پچاس برس کا عرصہ گزرنے کے باوجود قرارداد مقاصد سے کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا مگر یہ بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ اس "نتیجہ" کی ذمہ داری بہت حد تک مذہبی جماعتوں پر عائد ہوتی ہے۔ کچھ غلطیاں اُس وقت کی ملکی قیادت کی تھیں تو کچھ غلطیاں دینی جماعتوں کے زعماء کی بھی ہیں' اُس وقت پوری قوم متحد تھی۔ قرارداد مقاصد کی منظوری کسی جماعت کا مطالبہ نہیں تھا' بلکہ پوری قوم کا مطالبہ تھا۔ ۱۹۵۱ء میں الیکشن کے میدان میں آ کر دین کو ایک پارٹی ایشو بنا دیا گیا۔ یہ ایک بہت بڑی غلطی تھی' جو ہماری دینی قیادت سے سرزد ہوئی۔ اب ہمیں اس غلطی کی تلافی کرنا ہو گی۔

اعلان داخلہ
قرآن کالج لاہور

احباب نوٹ فرمالیں کہ ایف اے اور آئی کام میں نئے داخلے جولائی کے آخری ہفتے میں ہوں گے۔

191۔ اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن لاہور
فون : 5833637

پریس ریلیز

اسلامی نظام عدل کے قیام کی جدوجہد خدمت خلق کا بلند ترین درجہ ہے

امیر تنظیم اسلامی کے ۲۶ جون کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

۲۶ جون ۔ استحصالی نظام کے خاتمے اور عدل و قسط پر مبنی اسلامی نظام کے قیام کی جدوجہد خدمت انسانیت کا بلند ترین درجہ ہے۔ اسلام کو محض ایک موروثی عقیدہ بنائے رکھنے کی بجائے اسے دلی یقین والے ایمان کے قالب میں ڈھالنا ہو گا۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں اجتماع جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ ایمان حقیقی کا اصل مقصد دنیا میں عادلانہ نظام کا قیام ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ باطل نظام کے مفاد پرست اور مراعات یافتہ طبقات ہی اسلامی نظام عدل کے قیام کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں جن کے مقابلے کیلئے ایک منظم اور تربیت یافتہ اسلامی انقلابی جماعت درکار ہوتی ہے جس کے افراد خود اپنی ذات پر اور اپنے دائرہ اثر میں اسلام نافذ کر چکے ہوں۔ انہوں نے کہا کہ غیر تربیت یافتہ اور غیر منظم "ہجوم" کے ذریعے انقلاب برپا کرنے کی خواہش سادہ لوحی کے مترادف ہے' جبکہ خون کا نذرانہ دیئے بغیر اسلامی انقلاب کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ پاکستان کے ایٹمی قوت بننے سے کشمیر کے مسئلے کو بین الاقوامی حیثیت حاصل ہو گئی ہے لیکن اسکے باوجود بھارت اپنی روایتی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کر رہا ہے جس کا ثبوت اقوام متحدہ کے نمائندے کو بھی خاطر میں نہ لانا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات پر حملہ کی غرض سے بھارت میں اسرائیلی طیاروں کی موجودگی سے نہ صرف یہ کہ بھارت اسرائیل گٹھ جوڑ ثابت ہو چکا ہے بلکہ یہ بات بھی پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس معاملے میں انہیں امریکہ کی پشت پناہی حاصل تھی۔ یہود و ہنود کے اس گٹھ جوڑ کا مقابلہ کرنے کیلئے پاکستان کیلئے ضروری ہے کہ وہ بلا تاخیر افغانستان سے نہ صرف دفاعی معاہدہ کرے بلکہ دونوں ممالک کے درمیان کنفیڈریشن قائم کی جائے۔ امریکی صدر کلنٹن کے دورۂ چین پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ امریکہ کی طرف سے چین کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کے پس پردہ چین کو نکیل ڈالنے کی خواہش پوشیدہ ہے۔ امریکہ چین میں اپنا اثر و نفوذ بڑھا کر وہاں کی معاشرتی اقدار میں تبدیلی کا خواہاں ہے۔ انہوں نے بین الاقوامی صورتحال کے بارے میں کہا کہ بیت المقدس کے اردگرد یہودی بستیوں کی تعمیر اور انہیں یروشلم کا حصہ قرار دینا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بدترین سازش ہے۔ اسرائیلی حکومت کے اس شرانگیز اقدام سے امن معاہدے کی دھجیاں بکھر کر رہ گئی ہیں۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ اسرائیل کے ان اقدامات سے مشرق وسطیٰ میں جنگ کی آگ ایک بار پھر بھڑک سکتی ہے۔

خوشخبری

امیر تنظیم اسلامی
ڈاکٹر اسرار احمد
کے دروس و خطابات' انٹرنیٹ (INTERNET) پر

تنظیم اسلامی پاکستان اور مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کا ویب پیج اپ لوڈ کر دیا گیا ہے۔ جس کے ذریعہ سے فی الحال ڈاکٹر صاحب موصوف کے خطبات جمعہ' نماز جمعہ کے تقریباً تین گھنٹہ بعد سماعت کے لئے دستیاب ہوں گے۔ فی الحال امیر محترم کا خطاب جمعہ بعنوان "نواز شریف کی قومی پالیسی" مورخہ 17 جون 98ء اور دعائے صلوٰۃ الوتر سماعت کے لئے دستیاب ہے۔ www.brain.net.pk/~aasif

تیار کردہ : شعبہ سمع و بصر۔ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

بظاہر کامیاب زندگی گزارنے والے افراد بھی مایوسی کا شکار کیوں ہیں؟

تحریر : ابن صالح

ہم نے کبھی سوچا ہے کہ ہماری زندگیوں سے سکون اور اطمینان کیوں رخصت ہو گیا ہے؟ کیوں ہمیں ایک دوسرے پر اعتماد نہیں رہا؟ اسلامی بھائی چارہ تو دور کی بات ہے ہمیں تو انسانی رشتوں کا بھی کوئی پاس نہیں۔ خاوند' بیوی کا رشتہ' والدین اور اولاد کا رشتہ' افسر اور ماتحت کا رشتہ' گھر ہو یا باہر ہر جگہ آپ کو بد اعتمادی' خود غرضی اور موقعہ پرستی کا سامنا ہے۔ بظاہر کامیاب زندگی گزارنے والے افراد بھی اکثر مایوسی اور بددلی کا شکار نظر آتے ہیں۔ کوئی تدبیر' کوئی کوشش' کوئی مہارت' کوئی تجربہ کامیابی سے ہمکنار ہوتا نظر نہیں آتا۔ آخر ایسا کیوں ہے؟ کیا ہمیشہ سے ہی ایسا ہوتا رہا ہے؟ نہیں' پہلے یہ حال کبھی نہیں ہوا جو حالیہ پچاس برسوں میں ہوا ہے۔ دیانتداری' فروتنی' فرض شناسی' میانہ روی' جرأت مندی' عدل' صبر' محنت و مشقت' سادگی' شرم و حیاء جیسے اوصاف کی معاشرے میں قدر و قیمت تھی' ان اوصاف کے بغیر کامیاب زندگی کا کوئی تصور نہیں تھا' اب ہم نے کامیابی اور ترقی کے لئے بہت سارے ایسے دوسرے راستے تلاش کر لئے ہیں جو زیادہ سہل اور نتیجہ خیز ہیں۔ مگر ہوا یہ ہے کہ "کامیابی" کی منزلیں طے کرنے کے باوجود ہم ناکام و نامراد ہیں' اس لئے کہ حقیقی خوشی اور اطمینان کے لئے ضروری ہے کہ بنیادی انسانی اوصاف ہمارے کردار کا جزو لازم ہوں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جدید علوم سے کنارہ کشی اختیار کر لیں۔ سائنس اور ٹیکنالوجی میں ترقی کے نتیجے میں جو سہولتیں اور آسائشیں میسر آئی ہیں ان سے منہ موڑ لیں۔ بلکہ مطلوب یہ ہے کہ انہیں ثانوی حیثیت دی جائے' بنیادی انسانی اقدار کو ملحوظ رکھتے ہوئے نئے طور طریقے اختیار کئے جائیں۔ اس کی مثال کھیت جیسی ہے' آپ جتنے چاہیں کھیتی باڑی کے جدید ذرائع استعمال میں لائیں مگر یہ حقیقت کہ "جو بوئیں گے وہی کاٹیں گے" ہمیشہ اپنی جگہ برقرار رہے گی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ جو بوئیں اور گندم کاٹیں۔ اگر آپ کا کردار دیانت اور صداقت پر مبنی نہیں ہے تو قلبی اطمینان نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ آدمی کو اندر سے یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کسی وقت بھی بھانڈا پھوٹ سکتا ہے۔ چنانچہ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ ایک اچھا انسان بننے کے کیا تقاضے ہیں؟ بلکہ سانحہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک یہ اوصاف صرف دوسروں میں دیکھنا چاہتا ہے' اپنے بارے میں ہم نے فرض کر لیا ہے کہ ہمیں فوری طور پر کم از کم اس کی احتیاج نہیں ہے۔ اسے آپ "خود فراموشی" سے تعبیر کریں یا نفسیاتی مسئلہ کہیں مگر یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کے گھر میں سکون ہو' وہ اولاد کی اچھی سے اچھی تربیت کرے' اس کی بات میں وزن ہو' لوگ اس کی عزت کریں۔ لوگ اس چیز کے حصول کے لئے کوشش بھی کرتے ہیں' مگر جب وہ دیکھتے ہیں کہ خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا تو تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں کہ اس ماحول میں کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ پورا معاشرہ بگڑ چکا ہے' وغیرہ وغیرہ۔ حالانکہ معاشرہ کی اصلاح کے لئے بھی فرد سے آغاز ہو گا'

ع ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

فرق صرف یہ ہے کہ وہ مثالی فرد خود مجھے ہونا چاہئے' یہ میری ضرورت ہے کہ خوشگوار زندگی بسر کروں۔ میرے بچے اچھے انسان بنیں اور لوگوں میں مجھے عزت اور وقار حاصل ہو۔ جبکہ ہو یہ رہا ہے کہ میری ساری توقعات اور اُمیدیں دوسروں سے وابستہ ہو کر رہ گئی ہیں کہ لوگ اچھے ہوں گے تو بات بنے گی' اور نہیں تو بچے جوان ہو کر بڑا انسان بنیں گے تو مسئلہ حل ہو جائے گا ع مگر ایں خیال است و محال است و جنوں۔

یہ باتیں "تزکیہ نفس" سے مشابہہ دکھائی دیتی ہیں جس سے بد قسمتی سے مجھے کبھی زیادہ شغف نہیں رہا۔ حال ہی میں STEPHEN R. COVEY کی کتاب THE SEVEN HABITS OF HIGLY EFFECTIVE PEOPLE کے مطالعہ سے یہ باتیں اتنے زوردار طریقے سے میرے سامنے آئیں کہ قائل ہوئے بغیر نہ رہ سکا' مگر اس وقت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ میرے لئے اب ان باتوں کی کوئی افادیت نہیں' عمر کے اس حصے میں کوئی تبدیلی لانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ البتہ قارئین کو اگر یہ سلسلہ اچھا لگا تو اسے ان شاء اللہ جاری رکھیں گے اور وہ باتیں' جنہیں اختیار کر کے آپ اپنے گھر' اپنے دفتر' اپنے بیوی بچوں اور عزیز و اقارب میں اچھے معنوں میں اپنا کردار ادا کرنے کے قابل ہو سکتے ہیں' آپ تک پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

ممتاز عالم دین ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی
کی تالیفات' خطابات اور دروس قرآن مجید میں سے
دو تعارفی سیٹوں کا انتخاب مع مکمل فہرست کتب و کیسٹ

10 کتب کا سیٹ (رعایتی قیمت -/65)

1- اسلام کا معاشی نظام 2- راہ نجات
3- فرائض دینی کا جامع تصور
4- نظام خلافت کے خدوخال 5- عزم تنظیم
6- دعوت الی اللہ 7- تنظیم اسلامی کی دعوت
8- نبی اکرم سے ہمارے تعلق کی بنیادیں
9- مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق
10- اسلام میں عورت کا مقام

5 کیسٹس کا سیٹ (رعایتی قیمت -/125)

1- امت مسلمہ کے زوال کے اسباب
2- عظمت قرآن مجید
3- ہمارا دین ہم سے کیا چاہتا ہے؟
4- نیکی کا حقیقی تصور
5- پاکستان میں نظام خلافت کے قیام کا لائحہ عمل

نوٹ: یہ سیٹ پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں تنظیم اسلامی کے مقامی دفاتر سے حاصل کئے جا سکتے ہیں مرکزی دفتر سے بذریعہ وی پی یا منی آرڈر طلب کئے جا سکتے ہیں۔ (ڈاک خرچ بذمہ ادارہ)

تنظیم اسلامی پاکستان' 67/A علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور فون 6305110 6316638

جبی دارالسلام، میرپور میں دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی نہ کوئی مذہبی و مسلکی فرقہ ہے اور نہ ہی کوئی معروف معنوں میں سیاسی جماعت بلکہ یہ ایک اصولی انقلابی جماعت ہے جو پہلے مملکت خداداد پاکستان میں خلق خدا کے لئے رب کی دھرتی پر رب کا نظام نافذ کرنا چاہتی ہے تاکہ انسانوں پر ہونے والے اقتصادی' سیاسی اور معاشرتی مظالم کا خاتمہ ہو۔ جس طرح دور نبویؐ اور عہد خلافت راشدہ میں انصاف گھر گھر دستک دیتا نظر آتا ہے کہ خلیفہ وقت "سیدُ القوم خادمُھم" کی عملی تصویر نظر آتے ہیں۔ ابوبکر صدیقؓ کے ہاں ایک بار حلوہ پک جاتا ہے تو آپ اتنا وظیفہ کم کر دیتے۔ حضرت عمرؓ راتوں کو مدینے کی گلیوں میں بھیس بدل کر چکر لگاتے اور فرماتے ہیں کہ اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی پیاسا مر جائے تو اس کی باز پرس عمرؓ سے ہوگی۔ عثمانؓ جو حیاء کا پیکر ہیں اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کسی مسلمان کا خون بہانا برداشت نہیں کرتے۔ چنانچہ دولت و اقتدار کے باوجود مظلومانہ شہادت کا جام نوش کرتے ہیں۔ علیؓ خلیفہ ہوتے ہوئے بھی قاضی کی عدالت میں پیش ہوتے ہیں تو مقدمہ گواہوں میں چونکہ غلام اور بیٹا شامل ہے لہٰذا مقدمہ خارج ہو جاتا ہے حالانکہ قاضی کو بخوبی معلوم تھا کہ علیؓ سچے ہیں۔ الغرض ان مقدس ہستیوں نے ایسی ایسی فقید المثال مثالیں قائم کی ہیں کہ تاریخ عالم ایسی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔

تنظیم اسلامی اس عادلانہ نظام کو پاکستان میں نافذ کرنے کی متمنی ہے۔ لیکن یہ کام کیسے ہو؟ تنظیم کی دعوت کے ابلاغ اور رفقاء و احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے مختلف ذرائع سے کام لیا جاتا ہے' لٹریچر تقسیم کیا جاتا ہے' کارنر میٹنگ ہوتی ہیں' پرامن مظاہرے ہوتے ہیں اور جلسوں کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اسی مقصد کے لئے ۲۴/ مئی کو بھی جبی دارالسلام میں ایک پروگرام منعقد ہوا۔ جس میں ناظم حلقہ شمس الحق صاحب اور جناب طفیل گوندل اور محمد حسین صاحب جہلم والے دو رفقاء کے ہمراہ شریک پروگرام تھے۔ ناظم حلقہ صاحب نے رفقاء سے ملاقات کی۔ کھانے اور نماز ظہر کے بعد شمس الحق صاحب نے "دین و مذہب میں فرق" مسلمان کے فرائض' مراحل انقلاب نبویؐ اور بیعت مسنونہ پر گفتگو کی۔

سید محمد آزاد اور مقامی امیر نے "علیکم بالجماعہ" اور "لا اسلام الا بالجماعۃ" کے حوالے سے گفتگو کی۔ آپ نے کہا کہ برائی کی قوتیں منظم ہیں اس سیلاب کے آگے بند باندھنے کے لئے نیکی کی قوتوں کو بھی منظم کرنا ہوگا۔ حضورؐ نے مکہ سے ہجرت کی اور نہ صرف رشتہ داروں کو خیر آباد کہا بلکہ ان کے خلاف صف آراء بھی ہوئے۔ تب انہیں مدینہ میں خونی رشتہ داروں سے بڑھ کر اعوان و انصار ملے۔ بیعت سمع و طاعت کی بنیاد پر ہوئی۔ یہ جماعت بڑے سے بڑا کام کر سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک شکاری نے کبوتر پکڑنے کے لئے جال ڈال رکھا تھا۔ سب کبوتر جال میں پھنس گئے۔ اس صورت حال میں سب کبوتروں نے مل کر زور لگایا تو وہ جال کو لے اڑے' یہ جماعت کی برکات تھیں۔ مدینہ میں انقلابی جماعت نے ظالمانہ نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا اور پوری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ انہوں نے کہا کہ غیر اسلامی معاشرے میں اسلامی زندگی ممکن نہیں۔ اسلامی معاشرے میں "اِنَّ اکرمکم عند اللہ اتقٰکم" کی صورت ہوتی ہے۔ غیر اسلامی معاشرے میں نیکی کے داعی اس مچھلی کی مانند مضطرب ہوتے ہیں جو پانی سے باہر ہوتی ہے۔ غیر اسلامی معاشرے میں اکثریت غلط لوگوں کی ہوتی ہے اور قرآن کے نزدیک اکثریت ہمیشہ جہالت پر ہوتی ہے۔

محمد حسین صاحب نے "ان الذین عنداللہ الاسلام" کے حوالے سے دین و مذہب کے فرق کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ عبادات دین کا ایک حصہ ہیں جبکہ مکمل دین سیاسی' معاشرتی' معاشی نظاموں سے عبارت ہے۔ بدقسمتی سے ہم پر جو سیاسی نظام مسلط ہے وہ عیسائیوں کا ہے جس میں خدا کی حکمرانی کے بجائے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے عوام کی حکمرانی کا راگ الاپا جاتا ہے۔ اقبال نے کیا خوب کہا تھا کہ

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آزری

ہمارا اقتصادی نظام یہود کا دیا ہوا سودی نظام ہے' ہمارا سماجی نظام ہندوانہ ہے جس میں ذات پات' رنگ و نسل کے فرق و تفاوت موجود ہیں۔ اقبال نے کیا خوب کہا ہے کہ

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

یہ تبدیلیاں انتخابات کے ذریعے ممکن نہیں۔ انتخابات کے ذریعے ترکی اور الجزائر میں یہ تبدیلی ناپائیدار ثابت ہو چکی ہے۔ جبکہ ایران اور افغانستان میں یہ تبدیلی پائیدار ثابت ہو چکی ہے۔

شمس الحق صاحب نے سورۃ التوبہ کی آیت جس میں اللہ نے مومنوں سے جنت کے بدلے ان کے مال اور جنت خرید رکھے ہیں' کے حوالے سے گفتگو کی۔ آپ نے کہا ہر وہ شخص جو جنت اور رضاالٰہی چاہتا ہے۔ لیکن یہ اتنا سہل نہیں کہ محض خواہش کرنے سے حاصل ہو جائے۔ ایسا ہوتا تو اللہ ہرگز اپنے محبوب حضرت محمد ﷺ کو ۲۷ غزوات اور ۱۱۴ سرایا نہ لڑاتے۔ اگر محض دعا کرنے سے تبدیلی آ جاتی تو اپنے اعوان و انصار کے خون سے عرب کے صحرا کی زمین لالہ زار نہ بننے دیتے اور نہ ہی دندان مبارک شہید کرواتے۔ لیکن کھرے کھوٹے کی پہچان اور میری اور آپ کی پرکھ کیسے ہوتی۔ آج بھی باطل نظام اسی طریقے سے ختم ہوگا جس طریقے سے حضورؐ نے ختم کیا تھا۔ آج ہم اسی باطل نظام سے صلح کئے بیٹھے ہیں اور اس میں پنپ رہے ہیں۔ حالانکہ اس کے خلاف صف آراء ہونے کی ضرورت ہے' اس کے خاتمے کے لئے مضبوط جماعت کی ضرورت ہے وہ جماعت جو بیعت سمع و طاعت کے اصول پر استوار ہو۔ حضورؐ کا ارشاد ہے "لا اسلام الا بالجماعۃ" حضورؐ نے پہلے ایسی جماعت تشکیل دی پھر انقلاب برپا کیا۔

انہوں نے کہا کہ مکان کے تین حصے بنیادیں' دیواریں اور چھت ہوتی ہے۔ چھت خراب ہونے پر دیواروں کو نہیں چھیڑا جائے گا صرف چھت بدلیں گے۔ اگر تشخیص یہ ہو کہ بنیادیں درست نہیں تو عمارت گرا کر بنیادیں نئے سرے سے کھودنا ہوں گی۔ آج سماج' حکومت اور عوام جو نظام کے آرگن ہیں' تینوں غلط ہیں۔ ان کی تبدیلی اسی نہج پر کرنا ہوگی جیسے حضورؐ نے کی تھی وہ تبدیلی انقلاب کے ذریعے لائی گئی تھی۔

حضورؐ کو اپنے انقلابی مشن سے باز رکھنے کے لئے عرب کی خوبصورت ترین لڑکی' بادشاہت اور دولت کی پیشکش کی گئی لیکن آپ نے سب کو رد کر دیا۔ آپؐ اور آپؐ کی جماعت کے پیش نظر "ان صلوتی ونسکی و محیی ومماتی للہ رب العالمین" تھا۔ ملک نصراللہ مرحوم کا یہ شعر اس مفہوم کو بڑی عمدگی سے بیان کرتا ہے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

جب میرا اور آپ کا مطمع نظر دین بن جائے اور ہماری ساری بھاگ دوڑ اسی مقصد کے لئے ہو تو ہماری کامیابی کے امکانات روشن ہوں گے۔ قیامت کے قیام سے قبل New world order کا نہیں بلکہ اسلامک ورلڈ آرڈر کا دور دورہ ہو گا تو پھر صورت یہ ہوگی کہ

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغام سجود
پھر جبیں خاک حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمہ توحید سے

نماز عصر کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ آخر میں راقم نے تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ چوہدری ممتاز الحسن ناظم طعام گاہ نے بڑی محنت سے اپنا کام سرانجام دیا۔ اس پروگرام میں ۱۴ رفقاء اور ۴۵ احباب شریک تھے۔

(رپورٹ : غلام سلطان)

امیر حلقہ سندھ وبلوچستان کا دورۂ سکھر وشکارپور

امیر حلقہ سندھ وبلوچستان' نسیم الدین صاحب' ۱۳ جون کو دو دن کے دورہ پر سکھر تشریف لائے۔ مقامی امیر جی ایم سومرو کے چھوٹے فرزند اور راقم نے ان کا استقبال کیا۔ بعد ازاں امیر حلقہ تنظیم کے دفتر تشریف لے آئے۔ انہوں نے آفس کا ریکارڈ چیک کیا اور کئی ہدایات اور مشوروں سے نوازا۔

بعد ازاں ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس موقع پر انہوں نے ایک پرانے رفیق محفوظ احمد صاحب' جو آج کل سعودی عرب میں مقیم ہیں' کے والد محمد محفوظ صاحب سے ملاقات کی۔ اور دنیا میں آنے کا مقصد" اور "تنظیم اسلامی کیا چاہتی ہے؟" کے موضوع پر تفصیلی گفتگو کی۔ جناب محمد محفوظ صاحب نے تنظیم اسلامی میں اسی وقت شمولیت اختیار کرلی۔ اس کے بعد آفس میں دو اور ساتھی توقیر احمد اور محمد سومرو تشریف لائے۔ محمد نواز سومرو کا تعلق وکالت کے پیشہ سے ہے۔ امیر حلقہ نے ان سے بھی تفصیلی گفتگو کی۔ اس موقع پر برادرم توقیر خان نے تنظیم کا فارم بھی لیا اور اسے پُر کرکے جلد واپس کرنے کا عزم کیا۔

امیر حلقہ' جناب غلام سومرو' مقامی امیر کے ساتھ کچھ احباب کے گھروں پر گئے اور ملاقاتیں کیں' جس میں راقم امیر حلقہ کے ہمراہ تھا۔ یہ احباب ماہانہ درس قرآن میں پابندی سے شریک ہوتے ہیں۔ جن میں برادرم اللہ ڈینو اور برادرم ارشد صاحب شامل ہیں۔ دوسری نشست تنظیم کے دفتر میں منعقد ہوئی۔ وہاں پر پروفیسرز حضرات محترم بشیر احمد رامیجو اور پروفیسر ڈاکٹر محمد مہر صاحب سے ملاقات کی گئی۔ امیر حلقہ نے ان حضرات کو تنظیم کی دعوت دی اور کتب وغیرہ بھی دیں۔ تیسری نشست میں رفقاء اور کچھ احباب شریک تھے۔ امیر حلقہ نے بتایا کہ نماز میں خشوع اور خضوع کیسے پیدا کریں اور نماز تہجد ادا کرنے کی تلقین کی۔ مقامی امیر جناب غلام محمد سومرو نے سورۂ بقرہ اور سورۂ تحریم کے لے سے "آخرت کا خوف" کے موضوع پر گفتگو کی۔

امیر حلقہ' مقامی امیر اور مقامی رفیق شاہد حفیظ کے ہمراہ ۱۹ جون کو شکار پور گئے۔ وہاں مختلف لوگوں سے ملاقاتیں کیں ان میں سے شعیب صاحب نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ ۴ بجے انہوں نے رفقاء سکھر سے "رفقاء کے بنیادی اوصاف" کے موضوع پر خطاب کیا جس میں (۲ تا ۸)

اگست ۹۸ء کو کراچی میں ہونے والی تربیت گاہ میں شرکت کے لئے زور دیا کہ اس تربیت گاہ میں وہ رفقاء جنہوں نے مبتدی تربیت گاہ میں ابھی تک شرکت نہیں کی وہ لازماً شرکت کریں۔ دعوتی سلسلے میں اساتذہ کو ٹارگٹ بنائیں اور ان تک دعوت پہنچائیں۔

بعد نماز عصر ایک مظاہرہ کا اہتمام کیا گیا' جس میں ہینڈ بلز تقسیم کئے گئے۔ اس موقع پر امیر حلقہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر ہمیں پاکستان کے نام پر ایک الگ ملک مل جائے تو ہم تمہارا قانون نافذ کریں گے لیکن افسوس کہ ہم نے وہ وعدہ پورا نہیں کیا۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم اللہ کے حضور توبہ کریں اور اللہ کا نظام نافذ کریں۔ حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ دستور پاکستان سے قرآن وسنت کے خلاف ساری دفعات کو ختم کیا جائے۔

اس مظاہرہ میں تمام رفقاء نے apron پہنا ہوا تھا جس میں "تنظیم اسلامی کا پیغام نظام خلافت کا قیام" لکھا ہوا تھا' جس کا لوگوں پر کافی اثر ہوا۔ مقامی امیر جناب غلام محمد سومرو نے سندھی زبان میں خطاب کیا اور سراج روڈ پر گھنٹہ بھر مظاہرہ ہوا۔ (مرتبین : منظور احمد' محمد بخش اکبر)

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ وزیر خزانہ صبح وشام جھوٹ بول رہے ہیں۔ (چودھری احمد مختار)

✪ چودھری صاحب! وزیر خزانہ اپنے "فرائض منصبی" ہی تو ادا کررہے ہیں!

☆ عوامی اتحاد نے شیڈو حکومت بنانے کی تیاریاں شروع کردیں۔ (ایک خبر)

✪ عوامی اتحاد غالباً "مسافر شب کو اٹھتے ہیں جو جانا دور ہوتا ہے" پر عمل پیرا ہے۔

☆ نواز شریف کے چمچوں سے نپٹنا جانتا ہوں۔ صفدر عباسی' میں چمچہ ہوں نپٹ لو (پرویز رشید)

✪ یہ ہیں ہمارے سیاسی وقومی رہنما!

☆ نواز شریف نے ایٹمی دھماکے اپنی کرسی بچانے کے لئے کئے۔ (بے نظیر)

✪ "اگر ہم ہوتے تو ایسا ہرگز نہ کرتے"۔

☆ پیرپگاڑا اور مسلم لیگ میں اتحاد کا فیصلہ۔ (ایک خبر)

✪ گویا اب پیرپگاڑا اپنی فنکشنل مسلم لیگ کی طرح خود بھی فنکشنل ہوجائیں گے۔

☆ نواز شریف نے مسکینوں کو جیل میں ڈال دیا اور غریبوں سے نوکری چھین لی (زرداری)

✪ "مسکین" تو آپ ہیں اور "غریب" آپ کی اہلیہ محترمہ!!

☆ شہریوں کو لوٹنے والے تھانہ نولکھا کے دو کانسٹیبل گرفتار۔ (ایک خبر)

✪ عوام کو اِن "باوردی ڈاکوؤں" سے کون نجات دلائے گا؟

☆ لوگ تھانوں میں ذلیل وخوار ہوتے ہیں۔ (ایس پی ایڈمن لاہور' ڈاکٹر محمد شفیق)

✪ "آپ کی مہربانی سے"!

☆ پاکستان اور بھارت کے درمیان اصل تنازعہ مسئلہ کشمیر ہے۔ (امریکہ کا اعتراف)

✪ یہ کمال پاکستان کے ایٹمی دھماکوں کا ہے۔

☆ رام مندر کی تعمیر کی سرگرمیاں بند نہ ہوئیں تو بابری مسجد بنانا شروع کردیں گے (بابری مسجد کمیٹی)

✪ "لاتوں کے بھوت باتوں سے کب مانتے ہیں"

☆ بے روزگاری کے خاتمہ کے لئے ایکشن پلان تیار ہوگیا۔ (ایک خبر)

✪ یہ سب کچھ بے روزگاروں کا "خاتمہ" ہونے سے پہلے پہلے ہوجانا چاہئے' وگرنہ!

☆ حکومت لوٹ مار میں مصروف ہے۔ (قاضی حسین احمد)

✪ یار لوگوں کے شور مچانے کے باوجود!

☆ تین سے تیس کارخانے بنانے والوں کے پاس کونسا الہ دین کا چراغ ہے۔ (بے نظیر)

✪ وہی جو ماضی کے "مرداول" کے پاس تھا۔

☆ مزارع کی بیٹی کی بجائے زمیندار کے آدمیوں نے غلطی سے مالک کی بیٹی کی عزت تار تار کردی۔

✪ حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں

☆ مذہبی جماعتیں قیامت تک اسلامی نظام برپا نہیں کرسکتیں (طاہر القادری)

✪ علامہ صاحب! آپ کا گرجنا بجا ہے' لیکن کچھ کرکے بھی تو دکھایئے!

سی پی ایل نمبر: 127
جلد ۷، شمارہ ۲۵
سالانہ زرتعاون - /۱۲۵ روپے
مطبع : مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقامِ اشاعت : ۳۶۔کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : ۵۸۶۹۵۰۱-۰۳
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعوان ○ فرقان دانش خان
نگرانِ طباعت : شیخ رحیم الدین

اسوہ رسول

عید میلاد النبی : قرآن وسنت کی نظر میں

تحریر : محمد وسیم

ہر سال جونہی ربیع الاول کا چاند طلوع ہوتا ہے تو عوام الناس کی طرف سے دو طرح کے طرزِ عمل دیکھنے میں آتے ہیں۔ ایک مکتب فکر کے لوگ ۱۲ ربیع الاول کے دن کو پہلے پہل وفات' پھر جشن اور اب عید میلاد النبیؐ کے طور پر مناتے ہیں۔ اس موقع پر جلسے' جلوس سمنار' مذاکرے اور میلاد مارچ منعقد کئے جاتے ہیں۔ دوسرے مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ ان ساری چیزوں کو دین میں نئی ایجاد' بدعت اور گمراہی قرار دیتے ہیں۔ ہمارا دین چونکہ مکمل ضابطہ حیات ہے لہٰذا یہ ممکن نہیں ہے کہ زندگی کے کسی شعبے کے لئے ہمیں دین سے راہنمائی نہ ملے اور اس راہنمائی کے حصول کے مستقل ماخذ قرآن و سنت ہیں۔ ہم جب عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت جاننے کے لئے قرآن و حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو صورت حال کچھ اس طرح واضح ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : "جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو"۔ (الحشر : ۷) ایک اور مقام پر اللہ عزوجل کا ارشاد ہے : "تو ان لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو"۔ (النور : ۶۳) قرآن مجید ہی میں اللہ پاک کا ارشاد ہے : "بے شک تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ بہترین نمونہ ہیں جو اللہ سے ملاقات اور روز آخرت کی امید رکھتا ہو وہ اللہ کو کثرت سے یاد کرے۔" اور پھر سورۃ المائدہ میں فرمایا : "آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا"۔

اسی طرح حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "میری سنت اور میرے بعد رشد و ہدایت پر گامزن خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو' اس کو مضبوطی سے تھام لو اور گرفت سخت رکھو (دین میں) نئے نئے کاموں سے بچو' اس لئے (کہ دین میں) ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔ رسول خدا ﷺ خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا کرتے تھے : "بلاشبہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے۔ سب سے برا کام (دین میں) نئی چیز کا اختراع ہے۔ اور (دین میں) ہر نئی اختراع بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔ آپ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے : "جس نے ہمارے اس دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی جو دین میں سے نہیں ہے وہ مردود ہے"۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا : "میری اُمت پوری کی پوری جنت میں جائے گی سوائے اس کے جو خود انکار کر دے۔ پوچھا گیا (اے اللہ کے رسولؐ) ایسا کون ہے؟ جو (جنت میں جانے سے) انکار کرے؟ فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے گویا (جنت میں جانے سے) خود انکار کیا"۔

مندرجہ بالا آیات قرآنی اور احادیث نبویہؐ کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے ذریعے دین کامل فرما دیا ہے۔ اسلام جسے رسول خدا ﷺ لے کر آئے' اس میں ایسی محفلیں منعقد کرنے کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ اس لئے کہ رسول ﷺ نے نہ تو خود ایسا کیا اور نہ ہی خلفاء راشدین نے ایسی محفلیں منعقد کیں اور نہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسا کیا۔ اور نہ ہی قرون اولیٰ میں تابعین اور تبع تابعین سے ایسا کوئی واقعہ ثابت ہے۔ حالانکہ وہ سب سے زیادہ سنت کے عالم اور رسول اکرم ﷺ کے ساتھ کامل محبت رکھنے والے اور حضور ﷺ کی آنکھ کے اشارے پر اپنی جان نچھاور کرنے والے تھے۔ ایسی محافل منعقد کرنے سے "نعوذ باللہ من ذالک" پیغمبر ﷺ کی ذات اقدس پر یہ الزام آتا ہے کہ آپ نے اپنی اُمت سے وہ چیز چھپائے رکھی جو فی الواقعہ اس کیلئے بہت مفید تھی۔ جبکہ صورت حال یہ ہے کہ پیغمبر پاکؐ نے دین کی ہر ایک بات اُمت تک پہنچا دی اور کوئی راستہ اُمت کی نگاہوں سے اوجھل نہ رکھا جو اسے جنت کی طرف لے جاتا ہو اور جہنم سے بچاتا ہو۔ جیسا کہ حدیث صحیح میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "اللہ نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس پر واجب تھا کہ وہ اپنی اُمت کو ہر اس چیز کی طرف راہنمائی کرے جو وہ اس کیلئے بہتر سمجھتا ہے اور ہر اس چیز سے ڈرائے جسے اس کے لئے شر سمجھتا ہے۔" (رواہ مسلم)

الحمد للہ ہم سب جانتے ہیں کہ نبی اکرم افضل الانبیاء اور خاتم المرسلین ہیں۔ آپ ﷺ نے اُمت کو دین پہنچانے اور اس کو نصیحت کرنے میں کوئی کمی باقی نہیں رہنے دی۔ اگر اس طرح کی محافل منعقد کرنا دین کا حصہ ہوتا تو یقیناً رسول اکرمؐ اُمت کو دو عیدوں کی بجائے تین عیدیں منانے کا حکم فرماتے۔ میں نے قرآن و سنت سے جو دلائل پیش کئے ہیں ان سے ہر اس انسان کیلئے جو ادنیٰ سی بصیرت رکھتا ہو اور حق کا متلاشی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ منصف مزاج بھی ہو پر یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عید میلاد النبی یا محفل میلاد طرز کی محافل منعقد کرنے کا اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں' بلکہ یہ بدعت اور گمراہی ہیں جن سے اجتناب کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم فرمایا ہے۔ عقل مند انسانوں کو یہ بات قطعاً زیب نہیں دیتی کہ وہ زیادہ تعداد میں لوگوں کو ایک چیز پر عمل پیرا دیکھ کر دھوکہ کھا جائیں۔ حق کی پہچان کثرت تعداد کی بنیاد پر نہیں ہوتی بلکہ شرعی دلائل کی بنیاد پر حق پہچانا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حق بات کو حق کہنے اور اس پر عمل کرنے اور باطل کو باطل کہنے اور اس سے اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کون مسلمان ہے جسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کا دعویٰ نہ ہو!
لیکن آپ اور آپ کے لائے ہوئے دین سے سچی محبت کے تقاضے کیا ہیں!
ہم میں اکثر لوگ اس سے بے خبر ہیں!
اس موضوع پر ڈاکٹر اسرار احمد کی نہایت جامع تالیف
حُبِّ رسولؐ اور اُس کے تقاضے
خود بھی مطالعہ کیجئے اور دوسروں تک بھی پہنچائیے!
شائع کردہ
مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، ۳۶۔کے ماڈل ٹاؤن، لاہور